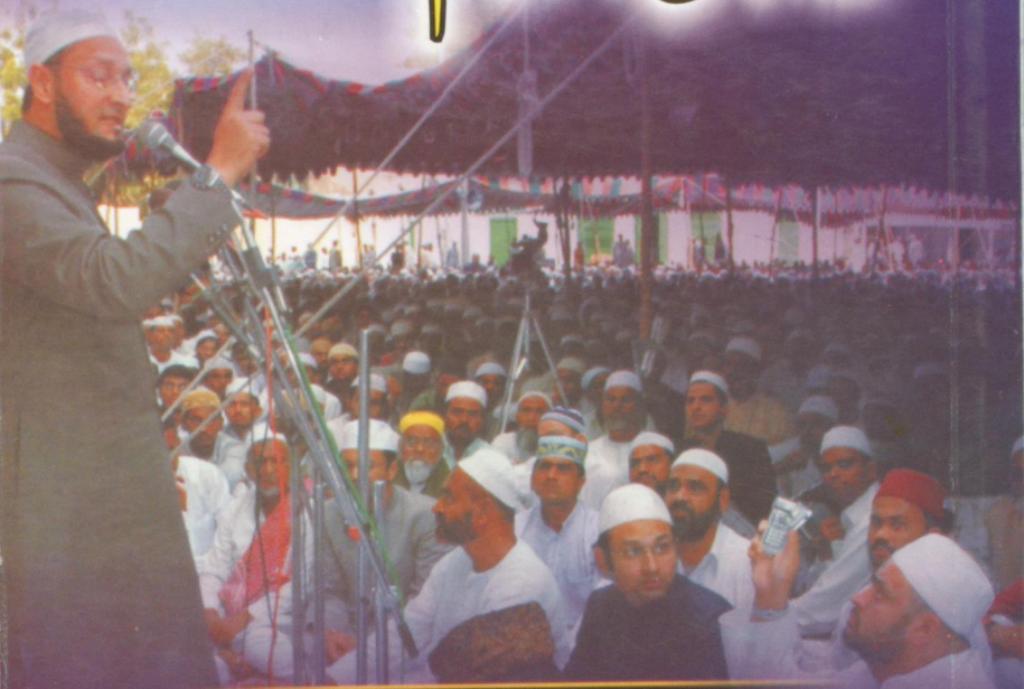


خطبہ ترجمان اسلام



جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان



خطیب، ترجمان اسلام

(اہل منبر کے لئے مختصر خطبات)

جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان
پوسٹ بکس ۵۳۲۵ - کراچی - پاکستان

فہرست

۳ (۱) مقدمہ
۱۳ (۲) اتحاد بین اسلامیں
۲۱ (۳) رسول اللہ ﷺ کی بے مثال قیادت اور اسلامی معاشرے کا قیام
۲۹ (۴) حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام
۳۷ (۵) امام علی علیہ السلام کا راستا نجات کا راستا ہے
۳۳ (۶) امام علی علیہ السلام و صداقت کے ابدی رہنماییں
۵۵ (۷) یوم شہادت امام علی علیہ السلام
۶۵ (۸) شیعہ تو آپس میں محبت اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں
۷۳ (۹) خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کرو
۸۱ (۱۰) امام زین العابدین علیہ السلام کی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے ہے
۸۸ (۱۱) امام جعفر صادق علیہ السلام کا عظیم پیغمبر
۹۳ (۱۲) امام علی رضا علیہ السلام کی تعلیمات
۱۰۰ (۱۳) تمام آسمانی ادیان کا مقصد قیامِ عدل ہے
۱۰۵ (۱۴) خدا اور رسول ﷺ سے خیانت و غداری مت کرو

مقدمہ

(ماخوذ از کتاب سخن، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان)

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

الرَّحْمَنِ ۝ عَلَمُ الْقُرْآنِ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَمَهُ الْبَيَانَ ۝

خطابت کا اسلام سے تعلق کئی پہلو سے ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خطابت ایک فن اور ایک ہنر ہے اور کسی بھی فن یا صنعت کو کسی نظریہ یا عقیدے کی تقویت کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور اسے کمزور کرنے کے لئے بھی۔

خطابت ایک ہنر اور فن ہے اور فن معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے اور ان کا شمار معاشرتی عوامل میں ہوتا ہے اس لئے خطابت بھی معاشرتی عوامل میں سے ایک ہے بلکہ اس کا جتنا اثر معاشرے پر ہوتا ہے کسی اور فن کا نہیں ہوتا۔ اسلام نے اپنے دامان عاطفت میں بڑے بڑے خطبوں کی پروش کی ہے۔ بہت سے تو خطیب ہی کے نام سے مشہور ہو گئے جیسے خطیب رازی، خطیب مصری، خطیب دمشقی، خطیب تبریزی، خطیب حصفی۔ یہ سب وہ لوگ تھے جن کی ان کے اور مابعد کے زمانے میں بحثیت خطیب کے شہرت ہوئی۔ خوش قسمتی سے آج بھی ہمارے یہاں بڑے بڑے مذہبی خطیب موجود ہیں۔ مرحوم سید جمال الدین افغانی علاوہ اور خوبیوں کے ایک زبردست خطیب بھی تھے۔ انہوں نے مصر میں اپنے خطبوں کے ذریعے سے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ وہ لوگوں کو رلاتے تھے، کسی اور چیز پر نہیں خود ان کی اپنی حالت پر۔

قرآن مجید خود اعجاز بیان اور فصاحت لسان کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اور

بیان کو اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت قرار دیتا ہے: الْرَّحْمَنُ عَلَمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَيْهِ الْبَيَانَ

اس کے علاوہ خود رسول اکرم ﷺ اور امام علیؑ اولین خطیب مانے جاتے ہیں۔ اسلام اور خطابت کے درمیان ایک بہت مضبوط رشتہ ہے اور وہ رشتہ یہ ہے کہ ایک خاص موقع پر خطابت کو دین کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ اگر آپ سے سوال کیا جائے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا موقع ہے؟ جی ہاں! ایک موقع ایسا ہے کہ خطابت بھی اسی طرح فرائض میں داخل ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خس وغیرہ۔ وہ موقع نماز جمعہ کا ہے۔

یہ نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھی جاتی ہے کیونکہ بکثرت احادیث و اخبار میں آیا ہے اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ إِنَّمَا جُعْلَتِ الْجُمُعَةُ رُكُوعَتِينَ لِمَنْ كَانَ الْخَطَبَتِينَ یعنی اس نماز میں جو یکجا ادا کی جاتی ہے فرض ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور یہی دو خطبے دو رکعت کے قائم مقام ہیں۔

یہی وہ بات ہے جو میں نے عرض کی تھی کہ خود دین اسلام میں ایک موقع ایسا ہے کہ جہاں تقریر یا خطبہ جزو دین ہے اور جزو نماز ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خطبہ خود نماز ہے۔ جب تک امام خطبہ پڑھتا رہے اور منبر سے نیچے نہ اترے لوگوں کو خاموشی سے اس کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ سننا چاہئے گویا کہ وہ حالت نماز میں ہیں۔ البتہ کچھ فرق بھی ہیں۔ مثلاً قبلہ رو ہو کر بیٹھنا یا خود امام کا جب وہ خطبہ پڑھ رہا ہو قبلہ رو ہوتا واجب نہیں ہے۔ بہر حال اس موقع پر جو دو خطبے فرض ہیں وہ نماز ظہر کی دو رکعتوں کی جگہ پڑھیں۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ جمعہ کے خطبے کی کتنی اہمیت ہے کہ اس اجتماع کا خاص

مقصد ہی ان خطبوں کو سنا ہے۔ رہی یہ بات کہ ان خطبوں یا تقریروں میں کیا کہا جائے؟ تو اس کی صورت یہ ہے کہ اول حمد و شانے الہی، اس کے بعد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ دین پر درود وسلام، پھر وعظ اور وہ ضروری مضامین نمونے کے طور پر جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد قرآن کی ایک سورت کی تلاوت۔ یہ وہ موارد ہے جو اسلام نے تجویز کیا ہے۔ وسائل الشیعہ جلد اول میں ان احادیث کے ضمن میں جو خطبہ جمعہ سے متعلق ہیں ایک حدیث علی الشرائع اور عيون الاخبار الرضا کے حوالے سے نقل ہوئی ہے۔ اس حدیث کوفل بن شاذان نیشاپوری نے جو ہمارے اکابر اور ثقہ روایہ میں سے ہیں امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے:

إِنَّمَا جَعَلْتُ الْخُطْبَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِأَنَّ الْجُمُعَةَ مَشْهُدٌ عَامٌ

یعنی جمعہ کے دن خطبہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ جمعہ عام اجتماع کا دن ہے اور اس دن سب لوگوں کو اس اجتماع میں شرکت کرنی چاہئے۔

فَأَرَادَ أَن يَكُونَ لِلْأَمِيرِ سَبَبٌ إِلَى مَوْعِظَتِهِمْ وَتَرْغِيْبٍ هُمْ فِي الطَّاعَةِ وَ تَرْهِيْبٍ هُمْ قِنَّ الْمَعْصِيَةِ

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ اس لئے مقرر کیا ہے تاکہ قوم کا امیر اپنی جماعت کے سامنے وعظ کہہ سکے، انہیں طاعت کی ترغیب دے سکے اور گناہوں کے برے نتائج سے ڈرا سکے۔

وَتَوْقِيْفِهِمْ عَلَى مَا أَرَادَ مِنْ مَصْلَحَةٍ دِيْنِهِمْ وَدُنْيَا هُمْ

یعنی اور ساتھ ہی انہیں آگاہ کر سکے کہ ان کے دینی اور دنیاوی مفاد کا تقاضا کیا ہے اور انہیں بتا سکے کہ درحقیقت ان کی بھلائی کس بات میں ہے۔

وَيُخَيِّرُهُمْ بِمَا يَرِدُ عَلَيْهِمْ قِنَّ الْأَفَاقِ مِنَ الْأَحَوَالِ الَّتِي فِيهَا الْمَضَرَّةُ وَ الْمَنْفَعَةُ

مزید یہ کہ دور دراز علاقوں میں مسلمانوں پر جو اچھی بربادی گرے

اس کی اطلاع دے سکے جو واقعات عالم اسلام میں پیش آتے ہیں کبھی تو وہ مسلمانوں کے لئے ایک طرح کی خوشخبری ہوتے ہیں، مثلاً اگر اسلام کو کوئی کامیابی اور ترقی حاصل ہو تو اس صورت میں مناسب ہے کہ لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور کبھی عالم اسلام کو کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے، اس صورت میں بھی ضروری ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوں۔

نیج البلاغہ میں جو امیر المؤمنین کے کچھ خطبات کا مجموعہ ہے، مختلف اقسام کے خطبے شامل ہیں۔ اس میں موثر مواعظ بھی ہیں اور پر جوش خطبات بھی۔ مصر کے مفتی اعظم شیخ محمد عبده نے نیج البلاغہ کی ایک مختصر شرح اور اس کا مقدمہ لکھا ہے۔ وہ اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں : ”جب میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے اس میں انواع و اقسام کی عبارت ملی جس نے مجھے حد درجہ متاثر کیا۔ اس کتاب کے مطالعے کے دوران میں مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک منظر کے بعد دوسرا منظر میری آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے۔ کبھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگ شیر اور چیتے کی کھالیں پہنے ہملے کے لئے تیار ہیں۔ میں خود اس قدر متاثر تھا کہ میرا دل چاہنے لگتا تھا کہ میں بھی میدان جنگ میں جا کر دشمنوں کا خون بہاؤں اور خود بھی چڑکے پر چڑکا کھاؤں۔ پھر دیکھتا تھا کہ منظر بد گیا۔ میں ایک واعظ کے رو برو ہوں جو اپنی باتوں سے دلوں کو زرمی اور لطافت بخش رہا ہے، انہیں پا کیزگی اور صفائی عطا کر رہا ہے۔ پھر اچانک ایک اور منظر آتا تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ ایک سیاستدان اور سماجی مصلح کھڑا ہوا عوام کے مقابلہ کی بات کر رہا ہے۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک فرشتہ عالم بالا سے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اور چاہتا ہے کہ لوگوں کو عالم بالا کی طرف کھینچ لے۔“ آپ نے فرمایا ہے : وَإِنَّا لِأَمْرَاءِ الْكَلَامِ وَفِينَا تَنَشَّبُتْ عُرُوقُهُ وَ

عَلَيْنَا يَهْدِنَا خُصُونُهُ لِيَنِي هُمْ أَمِيرُ الْخَنْبَرَنِ - اس کی جڑیں ہمارے وجود میں پیوست ہیں اور اس کی شاخیں ہمارے سر پر سایہ فکن ہیں۔

حضرت حسین بن علی علیہ السلام کا پہلا خطبہ — جو کمال فصاحت و بلاعث کا مظہر اور ذکاوت و شجاعت اور بلند نظری اور ایمان بالغیب سے مالا مال ہے — وہ خطبہ ہے جو آپ نے مکہ میں اس وقت دیا جب آپ کربلا کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ اس میں آپ نے اپنے مصمم عزم کا اعلان کیا اور ضمناً یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ہمارا ہم فکر و ہم عقیدہ ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔

**خَطَّ الْمَوْتُ عَلَى وُلْدِ آدَمَ حَكَّطَ الْقَلَادَةَ عَلَى حِينِ الدُّفَّاتِيَّةِ وَمَا أَوْلَهَنِي إِلَى
آشْلَافِ اشْتِيَاقٍ يَعْقُوبٌ إِلَى يُوسُفَ** یعنی موت نے فرزند آدم کو اس طرح نشان زدہ کر دیا ہے جس طرح گلو بند کا نشان — جو ان عورتوں کی گردن پر پڑ جاتا ہے۔ میں اپنے اسلاف سے ملاقات کا اسی طرح مشتاق ہوں جس طرح حضرت یعقوب حضرت یوسف علیہم السلام کے مشتاق تھے۔

**مَنْ كَانَ بَأْذَلًا فَيَنَّا مُهْجَّةً مُؤْظِنًا عَلَى لِقَاءِ اللَّهِ نَفْسَهُ فَلَيَرْحُلْ مَعَنَا
فَإِنِّي رَاجِلٌ مُضِيْعًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لِيَنِي جُوْنَجُوْسْ ہمارے لئے جاں ثاری پر آمادہ
ہو اور اپنے پروردگار سے ملاقات کے لئے تیار ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔ میں
انشاء اللہ کل صحیح روانہ ہو جاؤں گا۔**

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں :

خطیب کے فرائض کو تین حقوق میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے کے بارے میں فرمایا گیا ہے : إِنَّمَا جَعَلَتِ الْخُطْبَةَ يَوْمَ الْجَمْعَةِ لِأَنَّ الْجَمْعَةَ مَشْهُدٌ عَالَمٌ فَأَرَادَ أَنْ يَكُونَ لِلْأَمِينِ سَبِيلٌ إِلَى مَوْعِظَتِهِمْ وَتَرْغِيْبِهِمْ فِي الطَّاعَةِ وَ
تَرْهِيْبِهِمْ مِنَ الْمَعْصِيَةِ یعنی جمعہ کا دن ایسا ہے کہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں

اور مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ترتیب پاتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کا رہنماء و عظیم کہے، اطاعت خداوندی کی ترغیب دے اور گناہوں سے متنبہ کرے۔

کوئی فرد واحد بھی ایسا نہیں جسے وعظ و نصیحت کی حاجت نہ ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی کو کسی دوسرے سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ مگر وعظ و نصیحت سے کوئی بے نیاز نہیں کیونکہ کسی بات کا جانتا اور ہے اور کسی مومن و متلقی داعظ کی تلقین سے اثر پذیر ہوتا اور بات ہے۔ کہتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے کسی سے فرماتے تھے کہ مجھے نصیحت کرو اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سننے میں جواہر ہے وہ جانے میں نہیں۔

ضروری ہے کہ ہمیشہ کچھ لوگ جو اس کام کی صلاحیت و استعداد رکھتے ہوں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیں، ان کو خدا کی یاد دلاتے رہیں، موت سے غافل نہ ہونے دیں اور انہیں گناہوں کے نتائج و عواقب سے ڈراتے رہیں۔ قبر و قیامت کا تذکرہ کرتے رہیں، لوگوں کو عدل الہی کی طرف متوجہ کرتے رہیں۔ یہ ضروری ہاتھیں ہیں۔ معاشرہ کبھی ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ زمانے میں ہمارے یہاں اتحھے اتحھے داعظ ہوئے ہیں اور بحمد اللہ اب بھی ہیں۔ جتنے زیادہ باصلاحیت اور جامِ الشرائط داعظ ہوں بہتر ہے۔ خطبہ و منبر کے سلسلے میں اس کام کا ہونا بھی ضروری ہے۔

خطیب کے فرائض کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کے متعلق امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: وَتَوْقِيقُهُمْ عَلَى مَا أَرَادُهُمْ مَقْصِلَةٌ دِينُهُمْ وَذُنُوبُهُمْ یعنی خطیب کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو ان باتوں سے آگاہ کرے جو ان کے دینی اور دنیاوی مفاد میں ہوں اور یہ بتائے کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہئے

اور ان کی دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا اقتضاء کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا کام ہے اور پند و نصیحت اور عام وعظ سے بہت زیادہ مشکل ہے۔ عام وعظ کی تو یہ بات ہے کہ اگر کوئی شخص اہل ایمان ہے، باعمل ہے، پر خلوص ہے تو اگر اسے وعظ کے چند کلمات بھی کہنے آتے ہیں تو وہ وعظ کر سکتا ہے اور ایک حد تک اس کا وعظ مفید بھی ہو گا۔ اگر آدمی باعمل اور پر خلوص ہو تو یہ بھی کافی ہے کہ بزرگوں کے کچھ اقوال ہی بیان کر دے لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ دینی اور دنیاوی مصالح عالیہ بیان کرے اور ان سے لوگوں کو آگاہ کرے تو یہ بڑا کٹھن کام ہے۔

اس کام میں دو دشواریاں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اس کے لئے بڑی وسیع معلومات درکار ہیں، دوسرے خلوص بہت ضروری ہے تاکہ دین و دنیا کی جو مصلحتیں وہ سمجھتا ہے وہ صاف صاف دوسروں کو بتلا سکے۔

جہاں تک معلومات کا تعلق ہے تو دین کے اصول و مبانی سے کافی واقفیت ہونی چاہئے۔ اسلامی تعلیمات کی روح سے آگاہی ہونی چاہئے۔ اسلام کے ظاہر و باطن اور پوست و مغز میں تمیز کی صلاحیت ہونی چاہئے تاکہ وہ دینی مصلحتوں کو سمجھ سکے اور بیان کر سکے۔ صرف عام دینی معلومات اس مقصد کے لئے کافی نہیں۔ اس کے علاوہ اس کے لئے معاشرے کو سمجھنا بھی ضروری ہے اور یہ جانتا بھی کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے اور موجودہ حالات میں اسلامی معاشرے کی مصلحت کا تقاضا کیا ہے تاکہ وہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات اور اسلامی معاشرے کے مقابلے سے لوگوں کو روشناس کر سکے۔

مقام افسوس ہے کہ وعظ کا یہ پہلو ہمارے ہاں کمزور ہے۔ واعظ بہت بیں اور وعظ کے دوسرے پہلو کمزور نہیں یا کم از کم بہت کمزور نہیں۔ مگر یہ پہلو

بہت کمزور ہے کیونکہ مطالعہ کی بہت کمی ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد بہت زیادہ ارزش رکھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو دین و دنیا کی مصلحت سے آگاہ کرو۔ جس شخص کو صرف کسی خاص علم مثلاً فقہ، ادب یا فلسفہ کی چند کتابوں سے سروکار رہا ہو اور جس نے مدرسے کے ایک کونے میں زندگی گزاری ہو وہ نہیں سمجھ سکتا کہ معاشرے کی کیا حالت اور کیا ضرورت ہے۔ مدرسے کے کونے میں بیٹھ کر کوئی معاشرے کے مفاد پر نظر نہیں رکھ سکتا۔ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کا علم بھی بہت ضروری ہے۔ یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے اور معاشرے کو ان سے کس طرح بنتا چاہئے تاکہ کسی خطرے کا سامنا نہ کرنا پڑے، بڑی تیزی سے کی ضرورت ہے۔ پیش نہیں کی صلاحیت کے بغیر ہدایت و رہنمائی کا کام ممکن نہیں۔

ہدایت کا کیا مطلب ہے؟ ہدایت کے معنی ہیں رہنمائی۔ مثلاً کوئی قافلہ کسی طرف چلا جا رہا ہو اور راستے میں کسی سے پوچھئے کہ فلاں منزل کی طرف کون سارا ستا جاتا ہے اور کوئی بتائے کہ اس طرف سے جاؤ۔ یہ رہنمائی ہے۔ قافلے کا رہنماؤں کون ہو سکتا ہے؟ صرف وہی جو سمجھتا ہو کہ قافلہ کس راستے پر ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ معاشرہ بھی ایک قافلے ہی کی طرح ہے جو ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے۔ ہم چاہیں یا نہ چاہیں یہ قافلہ روای دواں ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہئے کہ اس قافلے کو کس سمت میں لے جایا جائے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ موڑ ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہے۔ اس حالت میں اسٹرینگ ویل اس کے ہاتھ میں ہوتا چاہئے۔ کہیں اسے گاڑی بند کرنے یا نٹھرا نے کی ضرورت ہوتی ہے اور کہیں گاڑی کی رفتار تیز کرنے اور بڑھانے کی۔ کسی جگہ اسٹرینگ ویل گھمانا پڑتا ہے، کہیں گیز بدلنا ہوتا ہے اور کہیں

بریک لگانا۔ یہ سب باتیں گاڑی کو صحیح چلانے کے لئے ضروری ہیں۔ یہی حال معاشرے کا ہے۔ اسے بھی صحیح سمت میں چلانے کے لئے یہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ کبھی اس کا رُخ موڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، کبھی تیز چلانے کی اور کبھی ٹھہرانے کی۔ ہر کام وقت معین پر کرنا ہوتا ہے۔ اسے ہی معاشرے کی مصلحت کو سمجھنا کہتے ہیں۔ جو شخص یہ بات نہیں سمجھتا، وہ معاشرے کا ہادی اور رہبر نہیں بن سکتا اور نہ معاشرے کی مصلحت اور مفاد کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہے۔

ہم معاشرے کے ہادی اور رہبر اسی وقت بن سکتے ہیں جب ان سب باتوں کو سمجھیں اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ کیس وقت کیا کرنا چاہئے۔ کہاں معاشرے کو بریک لگانا چاہئے اور کہاں اس کا رُخ موڑنا چاہئے۔ معاشرہ روای دوال ہے پیش و خم آتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی معاشرتی موڑ آ جاتے ہیں اور معاشرہ ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں بہت احتیاط سے گھومنا پڑتا ہے۔ ہمارا معاشرہ بھی اس وقت کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار ہے۔ ایک نیا تمن ابھر رہا ہے۔ نئے نئے نظریے اور نئے نئے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ ہمارے سامنے رکاوٹیں ہیں اور ہمیں بہت احتیاط سے چلنا ہے تاکہ ہم سہولت سے اور بے خطر اس موڑ سے گزر جائیں۔ اسٹیرنگ بہت آہستہ گھمانے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی خطرناک صورت حال پیدا نہ ہو۔ سامنے دیوار ہے اور اس دیوار سے فج کر اپنے راستے پر جانا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آنکھیں بند کر کے اسی طرح چلتے رہیں جیسے پہلے چل رہے تھے۔ پہلے دیوار نہیں تھی مگر اب دیوار ہے۔ پہلے رکاوٹ نہیں تھی مگر اب رکاوٹ ہے۔ دریا آ گیا ہے۔ ہم پہاڑ کے درجے پر پہنچ گئے ہیں۔ بہر حال یہ معاشرے کے رہنمایا کام ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر یہ

فیصلہ کرے کہ منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے معاشرے کو کہاں مڑتا ہے اور کس نئے راستے پر چلتا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا چاہئے کہ رفتار کہاں بڑھانی ہے۔ آج دنیا ریس کورس بن گئی ہے۔ سب کوشش کر رہے ہیں کہ دوڑ جیت لیں اور آگے نکل جائیں۔ اس لئے رفتار تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ آج علم اور صنعت کی دوڑ ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ معاشرے کو حرکت میں لاایا جائے تاکہ وہ دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائے۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ بیٹھے بیٹھے نکتہ چینی اور اعتراض کرنے کا نام رہنمائی اور ہدایت نہیں۔

ہادیٰ قوم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم لوگوں کو منع کرنے ہی کا کام اختیار کر لیں۔ جب بھی کوئی بات ہو یہی کہے جائیں کہ یہ مت کرو، وہ مت کرو اور اسی طرح لوگوں کو ایک مصیبت میں بٹلا کر دیں۔ کبھی کبھی لوگوں کی ہمت افزائی بھی کرنی چاہئے اور لوگوں کو کام پر آمادہ کرنا چاہئے۔

امام رضا علیہ السلام کے فرمان کا تیرا حصہ یہ تھا: وَيُخْبِرُهُمْ بِمَا وَرَدَ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْأَقْوَالِ الَّتِي فِيهَا الْمُضَرَّةُ وَالْمُنْفَعَةُ یعنی دور دراز کے مسلمان علاقوں سے جو اطلاعات ملیں اور وہاں جو اچھے برے واقعات پیش آئیں ان سے لوگوں کو آگاہ کرے۔

اس طرح کے واقعات کا تذکرہ منبروں سے ہوتا اور ان کی اطلاع عوام تک پہنچانا ضروری ہے۔ آیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ عالم اسلام کو آج کیا چیلنجز درپیش ہیں؟ ہر حکومت اور ہر بڑے ادارے کا ایک ترجمان ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آج سرکاری ترجمان نے یہ کہا ہے اور وہ کہا ہے۔ دین اسلام کا بھی ترجمان ہوتا چاہئے۔ اسلام کے ترجمان خطیب اور اہل منبر ہیں۔ امام رضا علیہ السلام

نے فرمایا : وَيُخْبِرُهُمْ بِمَا وَرَدَ عَلَيْهِمْ مِّن الْأَقْوَالِ الَّتِي فِيهَا
الْمُنْظَرَةُ وَالْمُنْفَعَةُ دور دراز کے علاقوں کے حالات جو عوام کو معلوم نہ ہوں ان
کو بتائے جائیں۔ امام رضا علیہ السلام نے یہ بات نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہی
ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا چاہئے کہ امپیریஸٹوں، کیونشوں اور یہودیوں کی
سرگرمیاں کیا ہیں اور ان سرگرمیوں کا بیان کرنا واجب ہے۔

منبر حسین سے اگر یہ سب باتیں بیان کی جائیں تو اسے واقعی محافظ اسلام
کہا جاسکتا ہے۔ یہی عزاداری حسین کا فلسفہ ہے۔ ورنہ امام عالی مقام کو
ہمارے روئے سے کیا فائدہ؟ انہیں ہمارے اور آپ کے روئے کی کیا
 ضرورت؟ امام حسین علیہ السلام تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کا نام اور ان کا نظریہ
 زندہ رہے۔ ان کے نظریے کے تحت ہم باطل سے نبرداز ما ہوں۔ کیونزم کے
 خلاف جنگ کریں، سامراجی اور صہیونی سازشوں کا قلع قلع کریں اور بے
 انسانی، بد عنوانی، قمار بازی اور مسکرات کے خلاف جدوجہد کریں۔

أَشْهُدُ أَنَّكَ قَدْ أَقْمَتَ الصَّلَاةَ وَأَتَيْتَ الزَّكُوَةَ وَأَمْرَتَ بِالْمَعْرُوفِ وَ
نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَاهَنْتَ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ کاش ایک بار پھر حضرت امام
حسین علیہ السلام کا ذکر ان کا نام اور ان کی یاد ہمیں جنبش میں لائے۔ یا لیتتا
کُتَّا مَعْكُمْ فَتَفُوزُ فَوْزًا عَظِيمًا ایک ایسے سانچے میں شرکت کی آرزو کہ جس کو
اب پندرہ سو سال گزر چکے ہیں بظاہر اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ ہم مستعد اور متعدد رہیں اور سید الشہداء کو
ایک نظریے کی صورت میں زندہ رکھیں۔ شہید کر بلانہیں رہے مگر ان کا مکتب
زندہ ہے اور ہمیں حسینی پرچم تلتے ہی جدوجہد کرنی ہے اور راہ حق میں قدم
آگے بڑھانا ہے۔

موضوع: اتحاد بین المسلمين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے باتمیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی عظیم کتاب میں فرماتا ہے:

لَيَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًّا إِلَى اللَّهِ
يَأْذِنُهُ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ اے نبی! ہم نے آپ کو لوگوں کا گواہ اور نیکوں کو
بہشت کی خوشخبری دینے والا اور جزوں کو عذاب سے ڈرانے والا اور خدا
کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور ایمان و ہدایت کا روشن چراغ بنانا
کر بھیجا ہے۔ (سورہ احزاب: آیت ۳۵ - ۳۶)

ایک اور آیت میں ارشاد پروردگار ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنفُسِهِمْ
يَشْلُوَّا عَلَيْهِمْ أَيْتَهُ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ
قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ خدا نے تو ایمانداروں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان
کے واسطے انھیں کی قوم کا ایک رسول بھیجا جو انھیں خدا کی آیتیں
(نشانیاں) پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان (کے نفوس) کا تزکیہ کرتا ہے اور

انھیں کتاب خدا اور عقل و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گراہی میں پڑے تھے۔” (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۲)

مذہب حقہ کے اکثر فقهاء و علماء کے مطابق حضور ختمی مرتبہ ربیع الاول کو اس دنیا میں تشریف لائے اور وہی دن مذہب جعفریہ کے چھٹے پیشوں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یوم ولادت بھی ہے۔

ان دو مناسجوں کے موقع پر ہمیں اپنی آئندہ کی فتنے داریوں کو سمجھنے اور ان پر بہتر انداز میں عمل پیرا ہونے کے لیے ان کی پاکیزہ تعلیمات کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

آج ہم حضور اکرم ﷺ جیسی عظیم شخصیت کی یادمنار ہے ہیں جنپس خدا نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے منتخب کیا۔

آپ نے نیک اور متقی افراد کے لیے جنت کی بشارت دی اور ان لوگوں کے لیے جو خدا کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی کرتے تھے آتش جہنم سے ڈرایا۔ آپ نے لوگوں کو گزشتہ انبیاء کی طرح، ایک خدا کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے منع فرمایا اور ہمیشہ خدا اور اسلام کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے رہے۔

فَلَمَّا آتَيْنَا عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفَّارَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِيٌّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ تَحْمِنُ أَنْبَاصَ اللَّهِ أَمْتَأْ بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِإِنَّا مُسْلِمُونَ ○ جب عیسیٰ نے اپنی قوم کو کفر پر ڈالئے ہوئے دیکھا تو ان سے کہا: کون ہے جو خدا کی طرفداری میں میرا مددگار بنے؟ یہ سن کر حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں خدا کے طرفدار اور ہم اس پر ایمان لائے اور آپ گواہی دیں کہ ہم

مسلمان ہو گئے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۵۲)

فَأَمْنَ لَهُ لُؤْطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّيْ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور جب سوائے لوٹ کے کوئی بھی ابراہیم پر ایمان نہ لایا، تو ابراہیم نے کہا : میں دلیں چھوڑ کر اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں کہ وہی صاحب عزت اور صاحب حکمت ہے۔ (سورہ عنکبوت: آیت ۲۶)

ہمارے نبی حبیب خدا حضرت محمد ﷺ بھی ہم سے یہی چاہتے ہیں کہ ہم بھی خدا کی طرف ہجرت کریں اور بت پرستی سے ایک خدا کے ماننے والے بن جائیں۔ اور ہمارے دل راہ انحراف سے نیکی کی طرف اور نفرت وعداوتوں سے محبت اور رحمتوں کی طرف پلٹ جائیں۔

الغرض آپ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی پوری زندگی میں گناہوں کے دلدل سے نکل کر خدا کے مطیع اور فرمانبردار بنیں۔ اور یہ تبدیلی صرف زبانی حد تک نہ ہو، بلکہ قلب و ذہن کے ذریعہ سے بھی ہو۔ خدا بھی ہم سے یہی چاہتا ہے کہ اسلام کا پیغام ہماری زندگی کے ہر پہلو پر محیط اور غالب آجائے اور اُسی نے حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے پیغمبر بنانا کر بھیجا اور آپ نے اسلام کا پیغام پوری انسانیت تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ لہذا امت کے ہر فرد کی ذمے داری ہے کہ اپنی بساط کے مطابق ایک مبلغ کے طور پر اسلام کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلائے۔

حضور نبی کریم ﷺ اس دنیا میں ایک مختصر مدت کے لیے تشریف لائے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کی تشرع فرمائی اور قانون اسلام کو لوگوں تک پہنچایا۔

آپ لوگوں کو یہ بتانے آئے تھے کہ وہ پہلے اسلام کو اپنے قلب و ذہن سے قبول کریں، پھر اس پر خود عمل کرتے ہوئے لوگوں کو دعوت حق دینے کی ذمے داری پوری کریں۔

جب آپ نے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینی شروع کی تو خدا کے حکم سے سب سے پہلے اپنے گھروالوں اور رشتہ داروں سے ابتدا کی۔
وَأَمْرُ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اور اپنے گھروالوں کو نماز کا حکم دو
اور تم خود بھی اس کے پابند رہو۔ (سورہ طہ : آیت ۱۳۲)

اپنے گھروالوں کو نماز کی طرف دعوت دینا گویا خدا کی اطاعت اور ترک گناہ و شرک کی دعوت ہے۔ اور نماز ہی مسلمانوں کی وجہ امتیاز ہے اور نماز ہی کی وجہ سے مسلمان پہچانے جاتے ہیں۔ نماز قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اور اس کا ترک کرنے والا کافر بن جاتا ہے۔

اللہ نے اپنے رسولؐ کو سب سے پہلے اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت کا حکم دیا۔ جس وقت آپ نے اظہار حق شروع کیا، اس وقت امام علیؑ صرف گیارہ سال کے تھے اور آپ وہ واحد شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ کی بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور جیسے ہی امام علیؑ نے آپ کی دعوت قبول کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

أَنْتَ خَلِيلِيْفَتِيْ وَمِنْ بَعْدِيْ

اے علیؑ ! تم میرے بعد میرے جانشین اور خلیفہ ہو گے۔

امام علیؑ اگرچہ عمر میں چھوٹے تھے مگر تمام انسانوں سے زیادہ شعور رکھتے تھے۔ آپ کا قلب و ذہن اور نفس حضور اکرم ﷺ کے نور سے

منور اور آپ کا نفس حضور مسیح اعلیٰ کا نفس بن چکا تھا۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری ذمے داری ہے کہ ہم لوگوں کو اسلام کی طرف بلا سکیں، چاہے ہمارا تعلق کسی بھی سیاسی پارٹی یا کسی خاص علاقے سے کیوں نہ ہو، ہمیں سب سے پہلے مسلمان جن کر اسلام اور مسلمانوں کے لیے کام کرنا ہے اور اسلام کو دنیا میں توارکے زور سے نہیں بلکہ عقل مندی، ذہانت، گفت و شنید، اچھی باتوں اور اچھے اخلاق کے ذریعہ سے پھیلاتا ہے۔ لہذا ہمیں اپنے اطراف کے لوگوں کی پسند اور ناپسند کا احترام کرتے ہوئے ان کے دلوں کے ساتھ ان کے ذہنوں کو بھی جیتنا ہے۔ ہمیں اپنے آباء و اجداد کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ وہ اسلام خصوصاً مکتب الہبیت سے مسلک رہے اور اسے ہم تک پہنچایا۔ اب ہماری ذمے داری ہے کہ ہم اسلام کو اپنے آنے والی نسلوں تک منتقل کریں۔ وہ اسلام جو خالص، مضبوط اور مہذب ہو، ایسا اسلام جس سے محبت، اتحاد، طاقت اور افتخار کا نور نکلتا ہونہ کہ ایسا اسلام جس کے ماننے والے ذلت و پستی میں گھرے ہوئے ہوں۔

ہمیں طاقتوں بننے کے لیے سب سے پہلے اپنے درمیان اتحاد قائم کرنا چاہیے اور کسی کو بھی اپنے درمیان تفرقہ اور اختلافات پیدا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ہم میں سے ہر ایک کو نظریاتی اختلاف اور مختلف نظر رکھنے کا حق ہے مگر اسے بنیاد بنا کر آپس میں جھگڑنا صحیح نہیں ہے۔ جب ہمارے درمیان کسی بھی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو خدا فرماتا ہے:

لَيَأْتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطْبَيْعُوا اللَّهَ وَأَطْبَيْعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ ثَأْوِيلًا اے ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی صحیح طریقہ کار اور انعام کے اعتبار سے بہتر ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۵۹)

اور سورہ انفال کی آیت ۳۶ میں فرماتا ہے :

وَأَطْبَيْعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَنَفَّشُلُوا وَتَنْذَهُبُ رِيمُحُكْمٌ وَاضْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ کمزور پڑ جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے اور صبر کرو کہ بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ہمیں اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے یوم ولادت کا جشن مناتے ہوئے یہ عہد کرنا چاہیے کہ آپ کے فرمان کے مطابق ہم اپنے درمیان اتفاق و اتحاد اور بھائی چارگی کو فروغ دیں گے جس کا خداوند عالم نے آپ ہی کے توسط سے ہمیں حکم دیا ہے :

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور تم سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۰۳)

آج ہم مختلف مذہبی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں لیکن خدا کی خاطر ہمیں اسلام کے پرچم تسلیم تھے و متفق ہوا کہ آپس میں گفت و شنید کے ذریعے اختلافات کو حل کرنا ہے۔

خدا جب ہمیں ظالموں کے علاوہ تمام اہل کتاب سے بھی بات چیت اور مکالمہ کا حکم دیتا ہے تو ہمیں بطريق اولیٰ اپنے مسلمان بھائیوں سے گفت و شنید اور مکالمہ کرنا چاہیے جو کہ دوسروں کی نسبت ہمارے زیادہ قریب ہیں لیکن شومی قسم! اس پس ماندہ ذہنیت کی وجہ سے جو ہمیں ورنہ میں ملی ہے۔ ہم جزئیات و فروعات کے جھگڑوں میں پھنسنے ہوئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے یوم پیدائش کے مبارک موقع پر ہمیں چاہیے کہ آپ کی تعلیمات کی روشنی میں ہم حقیقی اسلام کا ادراک کریں جو اتحاد و یگانگت، وسعت قلب و فکر اور محبت پر منی ہے۔ اور آپ کی بے مثال حیات طیبہ کو اپنے لیے آئینڈیل اور نمونہ قرار دیں۔

ہمیں حضرت امام جعفر صادقؑ کی تعلیمات سے بھی درس لینا چاہیے جن کا مذهب فقہ جعفریہ جو حقیقی اسلام ہے کی ترویج میں نمایاں کردار ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَقْلُ أَهْلِ بَيْتِي فِي كُمْ گَسْفِيْنَةَ نُوْجَ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِّقَ وَهُوَيْ

یعنی میرے اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوح کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق اور بر باد ہو گیا۔

موضوع: رسول اللہ ﷺ کی بے مثال قیادت اور اسلامی معاشرے کا قیام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۲۷ رجب پیغمبر اکرم ﷺ کی بعثت اور بعض کے نزدیک شب
معراج کا دن ہے۔ اس مبارک موقع پر ہم اول اسلام کی منظر کشی کرنے
کی کوشش کریں گے۔ کہ خدا نے جب اپنے نبی اور رسول کو عملی اور ذہنی و
روحانی طور پر آمادہ کرنے کے بعد وہی کی کہ اپنے مشن یعنی ابلاغ دین کو
شروع کریں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے قبلے میں اپنے مقام اور ساکھ کو مدنظر رکھتے
ہوئے کہ لوگ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے اور اپنے آپ کے
معاملات اور مسائل کے حل کے لیے آپ ہی سے رہنمائی لیتے تھے۔
اپنے مشن کا آغاز کیا اور جب آپ نے دین کی تبلیغ شروع کی تو لوگ
ایک ایسے شخص سے حق کی باتیں سن رہے تھے کہ جس کے بارے میں ان
کا ایمان تھا کہ یہ شخص صادق و امین ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ہمدرد بھی
ہے۔ لہذا بہت سے لوگ آپ کی تبلیغ پر صدق دل سے ایمان لے آئے۔
پروردگار عالم اپنے رسول کی پہلی ذمے داری کے بارے میں ارشاد

فرماتا ہے : لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا قَنْ آنْفُسِهِمْ يَتَلَوُا عَلَيْهِمْ أُبَيْتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفَنْ ضَلَلُ مُبِينٌ ۝ یقیناً خدا نے تو ایمانداروں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے واسطے انہی کی قوم کا ایک رسول بھیجا جو انہیں خدا کی آئیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کی طبیعت کو پاکیزہ کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب خدا اور عقل کی باتیں سمجھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۳)

آپ کی پہلی ذمے داری لوگوں کو آیات قرآن پڑھ کر سناتا تھا۔ اور لوگ آیات کو سن کر ان کے معانی پر جیسے ہی غور کرتے یہ آیات ان کے دل و دماغ پر چھا جاتیں۔

قریش کے کفار نے بھی جیسے ہی ان آیات کو سنا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، مگر انہوں نے آیات قرآن کونہ سننے کا ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ کیا۔ ساتھ جب بھی آپ قرآن کی تلاوت فرماتے یہ لوگ شور شراہ کر کے دوسرے لوگوں کو بھی سننے سے باز رکھتے۔ کیونکہ کہ یہ لوگ جانتے تھے جو بھی ان آیات کو کھلے ذہن کے ساتھ سننے گا وہ ضرور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گا۔

جب بھی لوگ آپ کے پاس آتے تو آپ صرف آیات کی تلاوت فرماتے لوگ خود جو حق و رجوق اسلام کی طرف آ جاتے۔

یہی وجہ تھی کہ قرآن مجید کی آیات کا کافی بڑا حصہ کمی آیات پر مشتمل ہے۔ جس کا ایک مقصد سادہ ذہنیت رکھنے والے لوگوں کے ذہنوں

کو جھنجورنا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی تبلیغ جاری رکھی تاکہ ان کے ذہن حق کے ساتھ پروان چڑھیں اور ان کے قلوب محبت اور اچھائی سے پر ہو جائیں اور ان کے اعمال حق اور انصاف پر مبنی ہوں۔ اسی لیے کہ ہم خدا کے رسولؐ کو مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف انداز سے سلوک اور برتابہ کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ آپ حق کے متلاشی افراد کے ساتھ عقلی اور منطقی انداز سے دلائل دیتے اور جوش و جذبہ سے ملنے والوں کے ساتھ اسی انداز میں بات کرتے تھے۔ تبلیغ دین کے لیے جو بھی انداز آپ نے اپنایا ہمارے لیے نمونہ عمل ہے۔

پروردگار عالم کا ارشاد ہے : وَمَا أَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهِيْكُمْ عَنْهُ فَإِنْتُهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ جو کچھ تم کو رسولؐ دے دیں وہ لے لو اور جن سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

(سورہ حشر: آیت ۷)

اور ہمیں اپنے لیے پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کو نمونہ عمل قرار دینے کا حکم دیتے ہوئے پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَتَّبِعُ جُو اللَّهُ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ مسلمانو تمہارے واسطے تو خود رسول اللہؐ کی ذات ایک بہترین نمونہ ہے مگر ہاں یہ اس شخص کے واسطے ہے جو خدا اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور خدا کو بکثرت یاد کرتا ہو۔ (سورہ احزاب: آیت ۲۱)

آپ کا اخلاق اور آپ کا علم و فضل ہی ہیں جس کے ذریعے آپ

نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ قرآن آپ کی توصیف یوں بیان کرتا ہے کہ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ بے شک آپ تو اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ (سورہ قلم : آیت ۲) اور وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہم نے آپ کو سارے دنیا جہاں کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورہ انبیاء : آیت ۷۰)

حضور اکرم ﷺ اپنے اخلاق کے ذریعے لوگوں کے دل و دماغ کو سخرا کرتے پھر اپنے خطبات اور ارشادات کے ذریعے پیغام حق کو ان تک پہنچاتے تھے۔

آج اگر کوئی تبلیغ دین کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنے قلب و ذہن کو ہر قسم کی کثافتوں سے پاک کرے تاکہ ہر کوئی اس سے محبت اور اپنا نیت کا احساس کرنے لگے۔ پھر اپنے نظریہ اور فکر کو ان تک منتقل کرے لیکن اگر کوئی اپنے آپ کو ان غلطاتوں سے پاک نہیں کرتا اور دل سیاہ اور نفرت و عداوتوں سے بھرا پڑا ہو تو کوئی بھی اس کے نظریہ اور فکر کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہو گا۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ إِحْصِدِ الشَّرَّ مِنْ صَدَرِ غَيْرِكَ بِقَلْعَهِ مِنْ صَدَرِكَ شر اور بُرائیوں کو اپنے دلوں سے نکالنے کے ساتھ لوگوں کے دلوں سے بُرائیوں کا خاتمه کرو۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ فرماتے ہیں کہ الْكَلِمَةُ الظِّيَّةُ صَدَقَةٌ اچھی باتیں ایک قسم کا صدقہ شمار ہوتی ہیں۔

اچھی باتیں آپ کی طرف سے دوسروں کے لیے تحفہ ہیں۔ اُن

جملات اور کلمات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مخاطب سے آپ کسی قدر محبت اور عزت کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ بھی قلب مطہر کے مالک تھے، جس میں ہر ایک کے لیے محبت بھری تھی۔ آپ ہر ایک سے شائستہ گفتگو فرماتے حتیٰ کہ کافروں کے بارے میں بھی آپ فکر مند رہتے تھے۔ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ آپ کی اندھی تقلید کریں بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ لوگ دلیل و برہان کے ساتھ عقل اور منطق کی روشنی میں حق کو پیچانتے ہوئے اسلام کی طرف بڑھیں کیونکہ آپ ان کی دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی چاہتے تھے۔

انہی خصوصیات کے مل بوتے پیغمبر اکرم ﷺ نے لوگوں کو دین کی طرف بلاتا شروع کیا اور بہت جلد سرز میں عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ مگر بعض متنکرین اور مفاد پرستوں نے جب اپنے مفادات کو خطرے میں دیکھا تو آپ کی مخالفت شروع کی اور آپ کو لائج کے ذریعہ سے تبلیغ حق سے روکنا چاہا مگر ابو طالبؑ کے یتیم سنتج نے اپنے چچا سے یہ فرماتے ہوئے اپنا مشن جاری رکھا کہ **وَاللَّهُ يَا عَمَّ، لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي سَمَاءِنِي وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَى أَنْ أَتُرْكَ هَذَا الْأَمْرَ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى يَظْهَرَ اللَّهُ أَوْ أَمْوَاتُ دُونَهُ** چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیکیں ہاتھ میں چاند لا کر بھی رکھ دیں تاکہ میں اس امر رسالت کو چھوڑ دوں تب بھی ہرگز میں اپنا مشن ترک نہیں کروں گا یہاں تک کہ خدا مجھے اس مقصد میں کامیابی عطا کر دے یا مجھے موت آجائے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے ہر طرح کے چیلنجوں اور خطرات کا مقابلہ کیا۔

آپ کو دیوانہ تک کھا گیا مگر آپ کے عزم اور ایمان میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی بلکہ خدا کی طرف سے یہ وحی آئی کہ آپ انھیں بتلائیے کہ کس طرح سے غور فکر اور تدبیر سے اپنے امور انجام دینا چاہیے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا
بِإِلَهٍ مُّثْنَى وَفُرَادٍ إِنَّمَّا تَتَفَكَّرُو إِمَامًا بِصَاحِبِكُمْ مَنْ جِئْنَاهُ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ
لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْنِي عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ اے رسول! تم کہہ دو کہ میں تم سے نصیحت کی بس ایک بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تم لوگ محض خدا کے واسطے ایک ایک اور دو دو اٹھ کھڑے ہو جاؤ اور اچھی طرح غور کرو، تو دیکھ لو گے کہ تمہارے رفیق محمدؐ کو کسی طرح کا جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس تمہیں قیامت کے سخت عذاب سے جو تمہارے سامنے ہے، ڈرانے والا ہے۔ (سورہ سبا: آیت ۳۶)

ہمیں چاہیے کہ اس طرز فکر پر غور و خوض کے بعد اسے اپنی زندگی میں اپنا کیس خاص طور پر ہمارے درمیان موجود وہ افراد جو مذہبی رہنماء، مجاہدین اور معاشرے کی اصلاح چاہنے والے ہیں یہ جب کسی بات پر اختلاف کرتے ہیں تو اُس بارے میں غیر ذمے دارانہ باتیں کرنے لگتے ہیں۔ لہذا ہمارا جب ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے تو ضرور ان الزامات کی چھان بین کر لیتا چاہیے کہ کیا یہ واقعی صحیح بھی ہیں جبکہ ہم ان خدمت گزار شخصیات کے اقدامات، افعال اور کردار سے بخوبی واقف ہیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ پیغام حق بغیر کسی زور زبردستی کے لوگوں کے دل و دماغ پر چھا جائے۔

آج کل کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ وہ امام زمانہ سے ملاقات کرتے ہیں یا یہ کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ مستقبل کے بارے میں پیش گویاں کرنے لگتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں پاک پروردگار اپنے حبیب کی توصیف بھی علم غیب کے حوالے سے ایک عام آدمی کی حیثیت سے کرتا ہے۔ جسے خدا جب چاہے وحی کے ذریعے غیب کے علم سے آگاہ کرتا ہے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: **قُلْ لَاَأَقُولُ لَكُمْ عِنِّي خَزَانِ اللَّهِ وَلَاَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاَقُولُ لَكُمْ أَنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبَعَ إِلَّا مَا يُؤْتَ حَقِّي إِنَّ رَسُولَكُمْ إِنْ تَرَوْهُ إِنْ هُوَ إِلَّا رَحْمَةٌ مُّصَدَّقَةٌ وَلَا يُفْعَلُ بِهِ وَلَا يُكْفَرُ إِنْ أَتَّبَعَ إِلَّا مَا يُؤْتَ حَقِّي إِنَّمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبَيِّنٌ** ۱۰ اے رسول! ان سے کہہ دو کہ میں تو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کے کل حالات جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس جو خدا کی طرف سے میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔ اس کا پابند ہوں۔ (سورہ انعام: آیت ۵۰)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: **قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَائِنَ الرَّئُسِلِ وَمَا أَنْدِرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا يُكْفَرُ إِنْ أَتَّبَعَ إِلَّا مَا يُؤْتَ حَقِّي إِنَّمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبَيِّنٌ** ۹ اے رسول! تم کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول تو آیا نہیں ہوں اور میں کچھ نہیں جانتا کہ آئندہ میرے ساتھ کیا کیا کیا جائے گا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو بس اسی کا پابند ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے اور میں تو بس اعلانیہ ڈرانے والا ہوں۔ (سورہ احتفال: آیت ۹) یہ ہیں اس شریف النفس نبی ﷺ کی ذات جو سردار الانبیاء ہیں۔ اور غیب کا علم سوائے اس مالک دو جہاں اور ان پاک و پاکیزہ ہستیوں

کے جنہیں خدا کی طرف سے یہ علم عطا کیا گیا ہے کسی کے پاس نہیں ہے۔ تقدیر اور نصیب کسی کو تحفہ میں یا بطور ہدیہ نہیں ملتا مگر یہ کہ خدا نے ہر ایک کو سوچنے اور غور و فکر کے لیے عقل کی نعمت سے نوازا ہے۔ انسان اسے استعمال کرتے ہوئے یقین کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

اپنے دماغ کو ایک لمحہ کے لیے بھی فارغ مت رکھنے بلکہ اسے ہ وقت استعمال میں رکھیں اور اس سے کام لیں اور جب تک صحیح طرح سے غور و فکر نہ کر لیں کسی بات یا عقیدہ و نظریہ وغیرہ پر یقین مت کریں۔

اہل مشرق عام طور پر دوسروں کے پیدا کئے ہوئے مفروضوں پر یقین کر لیتے ہیں اور عقلی و منطقی بحثوں میں پڑنے سے عام طور پر احتراز کرنے ہیں جبکہ ہمیں روز آخرت اپنے ہر عمل کی علت و سبب کا حساب دینا ہے۔ اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ وہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور سردار الائمه حضرت علیؑ اور بقیة ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا صحیح پیروکار بنے کہ جن کی عقل حضور اکرم ﷺ کی عقل کا تسلسل ہے، تو اسے چاہیے کہ ”اپنی عقل کو صحیح استعمال میں لائے تاکہ آخرت میں اپنے رب کے سامنے سرخو ہو سکے کیونکہ روایت میں ہے کہ بہترین عقل مندوہ ہیں جو اپنی عقل کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنے اخروی زندگی کو سنبھال رہا ہے۔

قرآن مجید کا بھی فرمان ہے: **لَيَأْتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقْوَ اللَّهَ وَلَنْ تَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدِيٍّ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ۱۸** ایماندارو! خدا سے ڈرو اور ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے پہلے سے کیا بھیجا ہے۔ اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔ (سورہ حشر: آیت ۱۸)

موضوع: حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الْجُنُسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرَ كُمْ تَنْهِيَرًا إِلَىٰ بَغْيَرِهِ كَالْبَيْتِ! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔ (سورہ احزاب: آیت ۳۳)

خاندان طہارت کی منع عصمت، دختر رسول، خاتون جنت، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا یوم ولادت ۲۰ رب جمادی الثاني ۵۷ھ بعثت ہے۔

آپ میں اپنے بابا کی جملہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ حضور اکرم نے اپنے علم رسالت کے ذریعے آپ کو تعلیم دی اور ہمیشہ آپ سے راز و نیاز کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ کا دل بھی اپنے بابا کی طرح تمام انسانوں کی محبت سے پر تھا۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ابتداء سے ہی رسول خدا ملائیکت سے

کب فیض کرنا شروع کیا اور بہت جلد آپ کا علم پیغمبر اکرم ﷺ کے کا ایک حصہ بن گیا۔

ایک دفعہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ پیغمبر ﷺ اپنے خزینہ علم سے آپ کے پاس کیا چھوڑا ہے تاکہ آپ مجھے اس کی تعلیم دے سکیں؟ حضرت فاطمہؓ نے اپنی کنیز فضہ کو بلا کر فرمایا:

إِنَّمَا يُحِبُّ لِي عَنْ هَذِهِ الْوَرِيقَاتِ الَّتِي تَرَكْتُهَا، فَقَالَتْ لَهَا إِنَّمَا
ضَاعَتْ عِنْدِي! فَقَالَتْ لَهَا: إِنَّمَا يُحِبُّ لِي عَنْهَا فَإِنَّهَا تَعْدِلُ عِنْدِي حَسَنًا وَ
حُسَيْنًا میں نے کچھ اوراق تمہارے پاس رکھوائے تھے وہ تلاش کر کے
لے آؤ۔ جناب فضہ نے عرض کیا: وہ اوراق میں کہیں رکھ کر بھول گئیں
ہوں۔ آپ نے فرمایا: انھیں اچھی طرح تلاش کرو کیونکہ وہ میرے لیے
حسن اور حسین جتنے عزیز ہیں۔

اور ہم بخوبی یہ جانتے ہیں کہ جناب سیدہؓ کو امام حسنؑ و امام حسینؑ
کتنے عزیز تھے مگر آپ کو اپنے بابا کے فرماں اور تعلیمات بھی اتنی ہی
عزیز تھیں۔

جناب فضہ نے جب ان کاغزوں کو ڈھونڈ کر آپ کی خدمت میں
پیش کیا تو آپ نے اپنے بابا کی لکھوائی ہوئی تحریر کو پڑھنا شروع کیا۔
حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

لَيْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ لَمْ يَأْمُنْ جَازَةً بِإِيمَانِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ
بِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذَى جَازَةً وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلَيَقُولَّ خَيْرًا أَوْ يَسْكُنُ

جس شخص سے اس کا ہمسایہ امان میں نہ ہو وہ مومن نہیں ہے (چاہیے وہ روزے رکھتا ہو، نمازیں پڑھتا ہو اور حج و عمرہ بجا لاتا ہو) اور جو شخص روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسائیوں کو تکلیف نہ پہنچائے اور جس کا خدا اور آخرت پر ایمان ہے اسے چاہیے کہ اچھی باتیں کرے یا پھر خاموش رہے۔

ایک مومن کو اپنے مسلمان بھائیوں کی بھلائی کے لیے بات کرنی چاہیے۔ لوگوں کے دلوں کو محبت، ذہنوں کو صداقت اور ان کی زندگیوں کو الناصاف سے پر کرنا چاہیے اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس کے حق و الناصاف پر مبنی باتوں کا الٹا اثر ہو رہا ہے تو اسے چاہیے کہ خاموشی اختیار کرے۔

خدا سچائی کو پسند کرتا ہے اور ان لوگوں سے بھی جو اچھائی سے محبت کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے اپنی اس طرح تربیت کرتے ہیں کہ اچھی باتیں ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں اور وہ لوگ جو صبر سے کام لیتے ہیں اور اپنے غصے پر قابو پاتے ہیں اور جو لوگ پاک دامن ہیں۔ جسے خدا نے ان کے لیے حلال کیا ہے اس کے علاوہ کسی کے نزدیک نہیں جاتے۔ خدا ان تمام سے محبت کرتا ہے۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جنھیں آپ نے اپنے بابا سے لیا اور تحریری شکل میں اسے محفوظ کر لیا کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے یہ تعلیمات بہت اہمیت رکھتی ہیں۔

اب ہم حضرت فاطمہؓ کے اوصاف کے بارے میں کچھ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں:

حاکم نیشاپوری اپنی کتاب متدرک میں اُتم المومنین حضرت عائشہؓ سے نقل کرتا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشَبَّهَ كَلَامًا وَ حَدِيثًا مِنْ فَاطِمَةَ بِرَسُولِ اللَّهِ كُلَّتِ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ حَبَّ بِهَا وَ قَامَ رَأَيْهَا وَ أَخْدَبَ يَدِهَا وَ قَبَّلَهَا میں نے صورت و سیرت اور گفتگو میں فاطمہؓ سے زیادہ رسول اکرمؐ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ آپ جب بھی حضورؐ کے ہاں تشریف لاتیں حضورؐ کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کرتے اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑتے اور بوسہ دیتے تھے۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اللہؐ اپنی بیٹی کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ آپ کی بیٹی روحانی اعتبار سے کس مقام و منزلت پر فائز ہیں ورنہ ایک عام بیٹی کا کوئی اس حد تک احترام نہیں کرتا۔ اسی طرح جب بھی حضور اکرم ﷺ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہؓ زہراؓ بھی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور اپنے بابا کے ہاتھوں کا بوسہ لیتیں جو کہ دو عظیم الہی ہستیوں کا باپ اور بیٹی کے عنوان سے دو طرفہ محبت اور احترام کا اعلیٰ ترین عملی مظاہرہ ہے۔

حضرت فاطمہؓ کو صرف چند سال ہی ماں کی مہر و محبت میر آئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد خود رسول اکرم ﷺ آپ کے لیے ماں بھی تھے اور باپ بھی۔ حضرت فاطمہؓ اپنے والدگرامی سے اس قدر شفقت و محبت سے پیش آتی تھیں کہ حضور ﷺ نے آپ کو اُمِر ایہا یعنی ”اپنے بابا کی ماں“ کا لقب دیا۔

کتاب الاستیعاب کا مصنف جس کا تعلق سنی مسلک سے ہے
 حضرت عائشہؓ سے نقل کرتا ہے کہ اُمّ المؤمنین عائشہؓ نے کہا:
 مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدِقُ لِهُجَّةَ مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنَّهَا وَلَدَهَا
 میں نے رسول اکرمؐ کے علاوہ فاطمہؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں دیکھا۔
 حضرت عائشہؓ کی یہ گواہی اس لیے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ وہ
 آپ کی والدہ گرامی حضرت خدیجہؓ سے بہت حد کرتی تھی حالانکہ وہ بہت
 پہلے انقال کر چکی تھیں۔ اسی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے نقل ہوا ہے کہ
 إِنَّ عَائِشَةَ سُئِلَتْ: أَتَيْتِ الْثَّالِسَ كَانَ أَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ مِنْ
 النِّسَاءِ قَالَتْ: فَاطِمَةُ، قُلْتُ: وَمِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ رَوْجُها

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول خداً عورتوں میں سے کس کو
 سب سے زیادہ چاہتے تھے؟ نہوں نے کہا: جناب فاطمہؓ کو، سائل نے
 پوچھا: اور مردوں میں سے؟ جواب دیا: ان کے شوہر حضرت علیؑ کو۔
 حضور اکرم ﷺ گویا یہ جانتے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ
 کی بیٹی پر کس قسم کے مظالم روا رکھے جائیں گے، اس لیے آپ بار بار
 فرمایا کرتے تھے:

فَاطِمَةُ بَضْعَةُ مِنْ أَغْضَبِهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِي فاطِمَةُ مِيرَا مُكْرِزاً ہے
 جس نے اسے غضناک کیا اس نے مجھے غضناک کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے جو کچھ بھی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں
 ارشاد فرمایا ہے وہ اپنی ذاتی محبت یا رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں بلکہ خدا
 کے حکم کے مطابق فرمایا ہے اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت

فاطمہؓ کو صرف اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ وہ آپ کی بیٹی تھیں بلکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ معمومہ ہیں اور خدا اس سے راضی ہوتا ہے جس سے فاطمہؓ راضی ہوں اور اس پر غضبناک ہوتا ہے جس سے فاطمہؓ ناراضی ہوں۔

حضرت فاطمہ زہرؓ ایک کامل انسان تھیں۔ حدیث کماء کے مطابق آپ ان پانچ ہستیوں میں شامل ہیں جو حضرت اُمّہ سلمہؓ کے گھر میں ایک چادر کے نیچے جمع تھیں اور اللہ نے آیت تطہیر کے ذریعے ان کے معصوم ہونے اور ہر طرح کی برائی سے پاک ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ اس آیت کی ہر صبح تلاوت فرماد کر لوگوں کو اہلیت کی عظمت یاد دلایا کرتے تھے اور جب بھی حضرت فاطمہؓ کے گھر کے پاس سے آپ کا گزر ہوتا آپ بلند آواز سے فرماتے تھے کہ **السلام علیکمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ الصَّلَوةُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطْهِرَ كُمْ تَطْهِيرًا**

اے میرے اہلیت تم پر درود و سلام ہوں، نماز کا خیال رکھو اور اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ اے اہلیت تم کو ہر طرح کی برائی اور رجس سے دور اور پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

جب ہم حضرت فاطمہ زہرؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک ایسی عظیم ہستی کی بات کر رہے ہیں جن کے اخلاق و کردار کا عالم یہ ہے کہ ان کو تمام مسلمان عورتوں بلکہ تمام انسانوں کے لیے نمونہ عمل قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ آپ ہی کی ذات ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ کے کردار کی صحیح تصویر

بن سکتی ہے۔

آخر میں آپ کی دعا کا ایک ملکڑا نقل کرنا چاہتا ہوں آپ فرماتی ہیں:

اللَّهُمَّ قَبِّلْنِي بِمَا رَأَيْتَنِي وَاسْتَرْبِلْنِي بِسْتُرِكَ الْجَبَيْلِ وَغَافِنِي أَبَدًا
مَا أَبْقَيْتَنِي وَاغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي إِذَا تَوَفَّيْتَنِي، اللَّهُمَّ لَا تُعَذِّنِي فِي طَلَبِ
مَالِكِ تُقْدِيرِكِ وَمَا قَدَّرْتَهُ عَلَىٰ فَاجْعَلْهُ مُبِيتَرًا سَهْلًا، اللَّهُمَّ كَافِ عَنِي
وَالْيَدَىٰ وَكُلُّ مَنْ لَهُ نِعْمَةٌ عَلَىٰ خَيْرٌ مُكَافِاتِكَ، اللَّهُمَّ فَرِّغْنِي لِنَا خَلْقَتَنِي
لَهُ وَلَا تَشْغِلْنِي بِمَا نَكَفَلْتَ لِي بِهِ، وَلَا تُعَذِّنِي وَأَنَا أَسْتَغْفِرُكَ، وَلَا
تَحْرِمْنِي وَأَنَا أَسْأَلُكَ، اللَّهُمَّ ذَلِيلٌ نَفْسِي فِي نَفْسِي، وَعَظِيمٌ شَانِكٌ فِي
نَفْسِي، وَالْهَمْنِي ظَاعِنَكَ وَالْعَمَلٌ بِمَا يُؤْمِنُكَ وَالْتَّجَنِبٌ لِنَا يَسْخُطُكَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

”خدایا! جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس پر راضی رہنے کی مجھے
تو فیق دے اور اپنی بہترین پرده پوشی سے مجھے ڈھانپے رکھ اور جب تک
تو مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے مجھے صحت عطا فرما اور جب میں مر جاؤں تو مجھے
پر رحم اور میری بخشش فرما۔

خدایا! جس چیز کو تو نے میرے لیے مقدر نہیں فرمایا مجھے اُس کے
حاصل کرنے کی تگ و دو کرنے سے باز رکھ اور جو تو نے میرے لیے
مقدار فرمایا ہے اس کے حصول میں آسانی اور سہولت پیدا فرما۔

خدایا! میرے والدین اور ان لوگوں کو جنہوں نے میرے ساتھ
اچھائی کی ہے اجر عظیم عطا فرما۔

خدایا! مجھے اپنی عبادت کے لیے، جو میری وجہ تخلیق ہے، مخصوص

فرما اور جس (رزق) کا تو نے میرے لیے خود ذمے لیا ہے مجھے اس کی فکر میں سرگرم نہ فرم۔

خدا یا! مجھے اپنی بارگاہ سے دوری کے عذاب میں بتلانہ کرنا جبکہ میں تجھ سے استغفار کرنے والی ہوں اور مجھے اپنی جود و سخا سے محروم نہ فرمانا جبکہ میں تجھ سے سوال کرنے والی ہوں۔

خدا یا! میرے نفس کو میری نظروں میں حقیر اور اپنی منزلت کو میرے لیے باعظمت قرار دے، اپنی اطاعت کرنے اور ان کاموں کو انجام دینے کی جن سے تو راضی ہو تو فیض عطا فرما اور جن کاموں سے تو غصہ بنائے ہوئے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔“

یہ حضرت فاطمہ زہراؓ کی وہ دعا ہے جو ہمیں سیدھے راستے پر قائم رہنے، خدا سے مدد مانگنے کا طریقہ سیکھاتی ہے اور صرف رضاۓ خداوندی کے حصول کا راستا بتاتی ہے۔

یہی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اور آن کی پاک آلؑ کا راستا ہے جو ہمیشہ مصائب و مشکلات پر صبر کرتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ دنیا محض ایک امتحان گاہ ہے اور خدا یقیناً ان کے اس صبر کا ضرور اجر عظیم عطا کرے گا۔

موضوع: امام علیؑ کا راستا نجات کا راستا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سَارِعُوا إِلَى الْخَيْرِ فَلَا يَقُلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوٰيْ نیکی کے کاموں میں
جلدی کرو اس لیے کہ کوئی بھی اچھا عمل جو تقوی کے ساتھ انعام دیا جائے
وہ معمولی شمار نہیں ہوتا۔

اکثر و بیشتر یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہر مسئلے کا حل امام علیؑ ہی
سے پوچھیں کیونکہ آپ کا فرمان ہے کہ لَوْ كُشِفَ لِي الْغِطَاءُ مَا أَرْدَدْتُ
يَقِيْنًا اگر غیب کے تمام پردے میرے سامنے سے ہٹا دیئے جائیں تب
بھی خدا کے بارے میں میرے ایمان اور عقیدے میں ذرہ برابر اضافہ
نہیں ہوگا۔

علیؑ اس ہستی کا نام ہے جس کا پورا وجود خدا کے لیے تھا اور وہ اُسی
کی ذات میں فنا ہو چکے تھے۔

اللّٰہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِئِي
نَفْسَهُ أَبْيَغَاءَ مَزْضَابِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ اور لوگوں میں سے
خدا کے بندے کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی

غرض سے اپنی جان تک بیج ڈالتے ہیں اور خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت والا ہے۔ (سورہ بقرہ : آیت ۲۰۷)

حضرت علیؑ اپنی پیدائش سے حضور اکرم ﷺ کی رحلت تک آپ کے ساتھ رہے اور آپؑ سے تمام علوم سیکھے۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اکرمؐ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ **أَنَّا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَنِّيٌّ بِاهْبَاطِهَا، فَمَنْ أَزَادَ الْمَدِينَةَ فَلَيَنْدُخُلْ مِنَ الْبَابِ** میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور جس کسی کو بھی اس شہر میں آتا ہو تو اسے چاہیے کہ دروازہ سے آئے۔

امام علیؑ نے اپنی پوری زندگی لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے صرف کی یہاں تک کہ جب آپ بستر شہادت پر تھے اس وقت بھی لوگوں کو جمع کر کے خدا کے ساتھ ربط اور آپس میں تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے اس کی تعلیم دیتے رہے۔ مزید برآں ہم جب امام علیؑ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپؑ کو صرف اپنے زمانے کے لوگوں کی نہیں بلکہ قیامت تک کے انسانوں کی فلاج اور رہنمائی کے لیے نصیحت اور ہدایت کرتے ہوئے پاتے ہیں کیونکہ ہدایت و رشد کا تعلق صرف ایک خاص زمانہ یا خاص لوگوں تک محدود نہیں بلکہ یہ قیامت تک کے لوگوں کی ضرورت ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ آپؑ کی تعلیمات سے ضرور درس حاصل کریں۔

جب آپؑ سے قرآن کی اس آیت میں موجود لفظ ”نیکی“ کے بارے میں دریافت کیا : **وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أَمَةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ**

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تو ہوتا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور ایسے ہی لوگ آخرت میں اپنی ولی مرادیں پائیں گے۔

(سورہ آل عمران: آیت ۱۰۳)

بہت سے افراد مال و دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت کو اپنے لیے اچھائی اور دوسروں پر برتری کا سبب خیال کرتے ہیں آپ نے اس فکر کے برخلاف فرمایا کہ لَيْسَ الْخَيْرُ أَنْ يَكُنْ مَالُكٌ وَوَلْدُكَ وَلَكِنَّ الْخَيْرُ أَنْ يَكُنْ عِلْمُكَ نیکی یا اچھائی سے مراد مال و دولت کی فراوانی یا کثرت اولاد نہیں بلکہ نیکی سے مراد "علم" کی فراوانی و کثرت ہے۔

اس بات کی تائید خود قرآن مجید اس آیت میں کرتا ہے: قُلْ هُلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اے رسول! تم پوچھو کہ بھلا کہیں جانے والے اور نہ جانے والے لوگ بھی برابر ہو سکتے ہیں۔

(سورہ زمر: آیت ۹)

علم ہی وہ پیغامہ اور میزان ہے جس کے ذریعے انسان کی قیمت کا اندازہ کیا جاتا ہے کیونکہ علم حیات بخش ہے، علم نور ہے اور علم زندگی ہے۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ قِيمَةُ كُلِّ امْرِيَّعِ مَا يَحْسُنُهُ هر شخص کی قدر و قیمت وہ ہے جو اس میں ہے۔ (نُجُجُ الْبَلاغَةِ، کلمات قصار ۸۱) امام کے اس قول کی روشنی میں جو کوئی بھی اپنے لیے نیکی یا بھلانی چاہتا ہے وہ ضرور علوم و فنون سیکھتا ہے یا سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے الگ الگ علوم و فنون ہیں جیسے سیاسیات، مذہبیات، معاشریات، تاریخ اور تجارت وغیرہ اور انسان ہمیشہ ہنگامی صورتحال کے ساتھ زندگی گزرتا ہے جو اسے ان علوم کو سکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ ان حالات سے نبرد آزمائنا علم کے بغیر ممکن نہیں۔

علم انسان کو روشن خیال بناتا ہے جبکہ جہالت انسانی زندگی کو تاریک کر دیتی ہے۔ علم حاصل کرنے کے لیے ہمیں کسی کالج یا یونیورسٹی جانے کی ضرورت نہیں بلکہ انسان اپنے تجربات سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے اور عام طور پر بیشتر لوگ اُن افراد سے اپنی مشکلات کا حل دریافت کرتے ہیں جو ان تجربات سے گزر چکے ہوتے ہیں۔

ہمیں اپنے بڑوں خاص کر اہل علم اور اہل دانش کے تجربات سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھنا چاہیے۔ خواتین جو بیشتر وقت گھروں میں گزارتی ہیں اور وہ افراد جو کارخانوں یا دفتروں میں کام کرتے ہیں وہ ان میڈیا کے ذریعے سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں جو اسلامی پروگراموں کو نشر کرتے ہیں اور مختلف شعبوں کی تعلیم دیتے ہیں یا جب کسی عالم دین سے یا کسی اسکالر سے واسطہ پڑے تو ان سے سوالات کر کے اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہی ایک پڑھا لکھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اور اکثر افراد کا یہ کہنا کہ ہمارے پاس وقت کم ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت ہے۔ بلکہ ہم لوگ وقت گزارنے کے لیے باہر کے ملکوں میں جاتے ہیں اور دوسرے مشاغل میں تفریق کے عنوان سے بہت سا وقت صرف کرتے ہیں۔

وقت گزارنا سوائے وقت ضائع کرنے کے کچھ نہیں۔ وہ تو میں جو وقت کی قدر نہیں کرتیں یا وقت ضائع کرتی ہیں وہ اپنے عرصہ حیات کا احترام نہیں کرتیں۔

لہذا ہمیں اپنے دستیاب اوقات سے اپنی زندگی اور مذہب کی ضرورت کے مطابق ضرور سیکھنا چاہیے۔ ہمیں کم سے کم معلوم ہونا چاہیے کہ نماز کس طرح سے پڑھنی ہے، روزہ کیسے رکھنا ہے اور حج کا فریضہ کس طرح سے انجام دینا ہے۔ اسی طرح زندگی گزارنے کے دیگر لوازمات اور تفصیلات کے بارے میں بھی ہمیں علم ہونا چاہیے۔

امام علیؑ نیکی کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ وَأَنْ يَعْظُمَ
جِلْمُكْ وَأَنْ تُبَاهِي النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ نیکی یہ ہے کہ تیرا حلم و بردباری بڑھے اور تو لوگوں پر فخر و مباہات نہ کرے مگر اپنے پروردگار کی عبادت (اور اچھے عمل) کے ساتھ۔

تحمل مزاحی اور بردباری اچھی اخلاقی اقدار کی بنیاد ہیں کیونکہ کشادہ ولی ہی اچھے اخلاقی کلید ہے۔ ہمیں بھر انوں کا مقابلہ کرنے، مشکلات اور لوگوں کی کارستانیوں کو برداشت کرنے کے لیے صابر اور متحمل مزاج ہونا چاہیے۔

عبدات کا حقیقی مفہوم

عبدات صرف نماز، روزہ، حج اور عمرہ کا نام نہیں بلکہ انسان کا ہر عمل چاہے وہ اپنے لیے انجام دیتا ہو یا دوسروں کے لیے۔ اگر خدا کی رضا اور خوشنودی کو مد نظر رکھ کر انجام دیا جائے تو عبادت ہے۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ **أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْعِفَافُ** بہترین عبادت پاکدامنی ہے۔

دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ **مَا عَبَدَ اللَّهُ بِأَفْضَلَ مِنْ عَفْفٍ** بظین اور فریض پیش اور شرمگاہ کی پاکی سے بڑھ کر اللہ کی کوئی اور عبادت ہے ہی نہیں۔

اگر کوئی اچھا کام کرے تو اسے چاہیے کہ خدا کا شکر ادا کرے اور اگر خدا نخواستہ کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو لازم ہے کہ خدا سے استغفار کرے۔ تمہارے دو عمل خدا کو پسند ہیں ایک گناہ کے بعد نادم ہو جانا اور دوسرا نیکی کے کاموں میں جلدی کرنا ہے۔

جو عمل بھی تقویٰ کے ساتھ انعام پاتا ہے وہ چھوٹا اور سبک شمار نہیں ہو گا کیونکہ جس عمل کو خدا کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہو جائے وہ کیسے چھوٹا ہو سکتا ہے؟

امام علیؑ فرماتے ہیں: **أَقْلَ مَا يَلْزِمُكُمْ لِلَّهِ أَنْ لَا تَسْتَعْيِنُو بِإِنْعِيهِ عَلِيٌّ مَعَاصِيهِ كم سے کم وہ چیز جو اللہ کی خاطر تم پر لازم ہے یہ ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اسکی معصیت اور نافرمانی میں مدد نہ لو۔**

یہ ایک انتہائی نامعقول اور غیر منطقی عمل ہے کہ انسان خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے اس کی نافرمانی کرے اور اسی کی نعمتوں کے ذریعے سے اس کی مخالفت کرے۔ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کی ہوئی ہے۔ پس ان نعمتوں سے استفادہ بھی کرے اور اس کے ساتھ عطا کرنے والے کی نافرمانی بھی کرے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ انتہائی نامناسب عمل ہے۔

اس دنیا میں جب کوئی کسی پر احسان کرتا ہے یا اسے زیور تعلیم سے اراستہ کرتا ہے پھر جب یہ انسان پلٹ کر اس علم کے ذریعہ سے اپنے حسن کو تکلیف پہنچاتا ہے تو لوگ اسے نامناسب اور خلاف مردوں کی محنت ہیں تو اگر کوئی خدا کے ساتھ ایسا کرے تو کیسے مناسب ہو سکتا ہے۔

میرے عزیزو! وہ وقت آنے والا ہے کہ جس دن ہمیں خدا کے سامنے عدالت اور فیصلہ کے لیے کھڑا ہونا ہے۔ ہمیں اس دن کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کرنا چاہیے اور ہر عمل کے انجام دینے سے پہلے غور کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے اس فعل سے خداراضی ہے یا نہیں۔

اس دن ہر شخص سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا، مگر سوائے نیک اعمال کے اس دن کچھ کام نہ آئے گا۔ اس لیے آج عمل کا دن، حساب کا نہیں اور کل (روز قیامت) حساب کا دن ہو گا عمل کا نہیں اور وہ دن ضرور آئے گا۔ کیا آپ اس دن کے لیے آمادہ و تیار ہیں؟ ہم خدا سے ڈعا کرتے ہیں کہ ہماری نفس کے خلاف جہاد میں مدد فرمائیں جس طرح اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا رہا ہے۔ اور ہمیں سیدھے راستے پر رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاه محمد و آلہ الطاہرین

موضوع: امام علی علیہ السلام حق و صداقت کے ابدی رہنمای ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

خداوند عالم فرماتا ہے: إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الْتِرْجُسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرَ كُمْ تَطْهِيرًا اے پیغمبر کے اہلبیت! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کے جس سے دور رکھے۔ اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔ (سورہ احزاب: آیت ۳۳)

أَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى كُمْ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ تمہارا حامی اور مددگار ہے۔ تو صرف خدا ہی کی ذات ہے جو بہترین حامی اور بہترین مددگار ہے۔
(سورہ انفال: آیت ۲۰)

إِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقْيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ زَكِيْعُونَ ○ تم مومنوں کے سرپرست تو بس خدا، اکار رسول اور وہ مومین ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔ (سورہ مائدہ: آیت ۵۵)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِئُ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ
الْعِبَادِ ○ اور لوگوں میں سے خدا کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو خدا کا

خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک بیج ڈالتے ہیں اور خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۰۷)

امام علیؑ کی خدا کے ساتھ والہانہ والستگی

امیر المؤمنین حضرت علیؑ خاندان نبوت کے ایک بنیادی رکن ہیں جسے خدا نے ہر طرح کی برایوں اور آلودگیوں سے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے۔ جب ہم امیر المؤمنینؑ کی پوری زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر دوسری آیت کا مطلب واضح ہوتا ہے جسے ہم نے سر نامہ کلام میں نقل کیا ہے۔

امام علیؑ نے اپنی پوری زندگی صرف اور صرف خدا کی خوشنودی اور اس کی قربت کے حصول کے لیے وقف کر دی حتیٰ کہ حضور ختمی مرتبتؐ سے آپ کا تعلق بھی خدا کے لیے اور خدا ہی کے حکم کے مطابق تھا۔

جب ہم تیسری آیت کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو وہ عظیم واقعہ یاد آتا ہے کہ جس میں امیر المؤمنینؑ نماز میں مشغول ہیں اور سائل خیرات کا تقاضا کرتا ہے اور آپ رکوع کی حالت میں صدقہ دیتے ہیں اور آپ کو نماز دوسری عبادت یعنی صدقہ دینے سے نہیں روکتی کیونکہ یہ دونوں عمل خدا ہی کے لیے تھے اور جب امام علیؑ و حضرت فاطمہؓ اپنے فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی صحت یابی کے لیے تین دن روزے رکھنے کی نذر کرتی ہیں۔ جب روزہ افطار کرنے کا وقت آتا ہے تو کبھی غریب، کبھی یتیم اور کبھی اسیر آ جاتا ہے تو جو کچھ افطار کے لیے ہوتا وہ خدا کی راہ میں غریب، یتیم اور اسیر کو دے دیتے ہیں اور افطار کے لیے کچھ نہیں بچاتے۔

اس پر خدا نے اس آیت کے ذریعے ان کی یوں تعریف کی اور فرمایا : وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مُسْكِينًا وَيَتِيمًا وَآسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوشًا قَمَطْرِيًّا ○ اور وہ اس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو تم کو بس خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں۔ ہم نہ تم سے بد لے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے۔ ہم کو تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جس میں منه بن جائیں گے اور چہرے پر ہوایاں اڑتی ہوں گی۔ (سورہ دہر: آیت ۸۔ ۱۰)

یہ وہ حقیقی راز تھے جن کی وجہ سے امام علی و حضرت فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام خدا سے عشق کرتے اور اُسی کی عبادت کرتے تھے اور لوگوں کو اس کی طرف بلاستے تھے۔

حجۃ الوداع

امام علیؑ نے حضور اکرم ﷺ کی حیات میں ایک سپاہی اور آپ کی رحلت کے بعد پیغمبر ﷺ کے جانشین اور امت کے رہنماء کے طور پر زندگی گزاری۔

خدانے اپنے رسولؐ پر جب آپ زندگی کا آخری حج ادا کر کے مکہ سے واپس تشریف لارہے تھے۔ یہ وحی نازل فرمائی: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنَّ لَهُ تَفْعُلٌ فَمَا بَلَّغْتُ رِسَالَتَهُ اَرْسَلْتُ رَسُولًا! جو حکم آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوا ہے اسے پہنچا

دیں اور اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو گویا آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ (سورہ مائدہ: آیت ۶۷)

حضور ﷺ نے ججۃ الوداع کے موقع تک سوائے امام علیؑ کی امامت و جاشینی کے اعلان کے تمام احکام الہی پہنچا دیئے تھے۔ ججۃ الوداع سے واپسی پر آپ ایک مقام (ندیر خم) پر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَسْتُ أَوَّلِ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ؟ قَالُواْ أَهْلِ اَنْوَارٍ اے لوگو! کیا میں مونین کے نفوس پر ان سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا؟ سب لوگوں نے مل کر کہا: ہاں یا رسول اللہ! آپ ہماری جانوں پر ہم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اقرار لینے کے بعد آپ نے امام علیؑ کے ہاتھ کو اس قدر بلند کیا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگی۔ پھر آپ فرمایا: مَنْ كُثُرَ مَوْلَةً فَهُذَا عَلَىٰ مَوْلَةً، اللَّهُمَّ وَإِلَيْكَ مَنْ وَالَّهُ وَعَادِ مَنْ عَادَهُ وَأَنْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَأَخْلُلْ مَنْ خَذَلَهُ وَأَدِرِّ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُمَا ذَارٌ جس کا میں مولا اور حاکم ہوں اُس کا یہ علیؑ مولا اور حاکم ہے (جس کے نفس پر میں اولیٰ بالصرف ہوں اس کے نفس پر علیؑ کو بھی حق تصرف حاصل ہے)۔ خدا یا! جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ۔ جو اس کریم ساتھ دشمنی رکھے تو بھی اس کے ساتھ دشمنی رکھ۔ جو اس کی نصرت کرے تو بھی اس کی نصرت فرمادے اور جو اس کو ناکام کرنا چاہے تو بھی اس کو ناکام فرمادے اور حق کو اسی جانب پھیر دے جس طرف یہ علیؑ جائے۔

پیغمبر اکرم ﷺ ہمیشہ لوگوں سے علیؑ کی صفات اور کمالات بیان

فرماتے تھے تاکہ لوگ آپ کے بعد امام علیؑ کی امامت اور رہبری کو آسمانی سے قبول کر لیں۔

آپ نے فرمایا:

أَكَامَدِيَّةُ الْعِلْمِ وَعَلَيْهِ بَاهْبَاهَا مِنْ عِلْمٍ كَالْشَّهْرِ هُوَ اَوْرَ عَلِيٌّ اَسْ كَا دروازہ بیں نیز یہ کہ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٌّ عَلِيٌّ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ لَا يَفْتَرُ قَانِ حَثَّى يَرِدًا عَلَيْهِ الْحَوْضَ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں اکٹھے میرے پاس آئیں گے۔

جنگ تبوک میں حضور اکرم ﷺ نے جب امام علیؑ کو اپنے ساتھ نہیں لیا تو امام علیؑ نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کی روایت نہیں رہی کہ آپ کسی جنگ میں شرکت کریں اور مجھے ساتھ نہ لے گئے ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: أَمَا تَرْطَضِي أَنْ تَكُونَ مِنْيَ إِمَّا زَلَّةُ هَارُونَ مِنْ مُؤْسَى أَعْلَى! کیا تم خوش نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیؑ سے تھی۔

آپ کی ولادت

امام علیؑ ۱۲ رجب کو پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت خاتمة کعبہ میں ہوئی اس لیے آپ کی ولادت بھی منفرد ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا خاتمة کعبہ کا طواف کر رہی تھیں کہ ولادت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ ساتھ

دیوار کعبہ شق ہوئی اور آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئیں اور وہاں امام علیؑ کی ولادت واقع ہوئی۔

آپ نے جب آنکھ کھولی تو سب سے پہلے خاتمہ خدا کی زیارت کی اور اپنی پوری زندگی خدا کے لیے اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے گزاری اور آپ کی شہادت بھی اللہ ہی کے گھر میں دوران نماز واقع ہوئی۔

جب ۱۹ رمضان کو سحر کے وقت این مُلجم نے زہر آلو دلموار سے آپ کے سراقدس پر ضربت لگائی تو آپ نے انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے رب سے ملنے جاتے ہوئے فرمایا: **فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ رَبِّ كَعْبَةٍ قِيمٌ عَلَيَّ كَامِيَابٌ هُوَ** گیا۔

امام علیؑ کی پرورش اور تربیت کی ذمے داری خود حضور اکرم ﷺ نے اپنے ذمے لی۔ جب آپ اپنے جد حضرت عبدالمطلبؑ کی رحلت کے بعد حضرت ابوطالبؓ کی زیر تربیت آگئے تھے اور انہی کے گھر میں قیام فرماتے تھے۔

حضرت ابوطالبؓ نے اپنے سُجیج کا ہر میدان اور ہر مشکل میں ساتھ دیا۔ آپ نے حضور ﷺ کی غیر جانبدار حمایت اور مدد کی خاطر اپنا ایمان تک ظاہر نہیں کیا اور اس راہ میں متعدد مشکالات و مصائب کو برداشت کیا۔

جب قریش نے اسلام کی تبلیغ نہ کرنے کے عوض آپ کو عرب کی بادشاہت، مال و دولت کا ایک بڑا ذخیرہ اور عرب کی خوبصورت ترین لڑکی سے شادی کرانے کا وعدہ کیا تو حضرت ابوطالبؓ نے آپ سے وہی

جواب پایا جس کی آپ کو امید تھی۔

آپ نے فرمایا: وَاللَّهُ يَا عَمَّ، لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي تَمَيِّنٍ وَالْقَمَرَ
فِي يَسَارِي عَلَى أَنْ أَتُرُكَ هَذَا الْأَمْرُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى يَظْهَرَ اللَّهُ أَوْ أَهْلَكَ
دُونَةً چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور
بائیں ہاتھ میں چاند لا کر بھی رکھ دیں تاکہ میں اس امر رسالت کو چھوڑ
دوں تب بھی ہرگز میں اپنا مشن ترک نہیں کروں گا یہاں تک کہ خدا مجھے
اس مقصد میں کامیابی عطا کر دے یا مجھے موت آجائے۔

حضرت ابوطالبؑ اپنے بھتیجے سے ایسے ہی جواب کا توقع رکھتے تھے
کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کا بھتیجا تمام دینوی اهداف سے اعلیٰ و
ارفع ہیں۔ ساتھ آپ نے کافروں کی ہر طرح کی اذیتوں اور سازشوں
سے اپنے بھتیجے کو بچایا۔ یعنی آپ نے دین اسلام کو بچایا۔

امام علیؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ نے حضور ﷺ کی تربیت
اپنے بچوں سے بڑھ کر کی۔ جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ انہا
اُنہیں بعْدَ اُنہیں میری والدہ کی رحلت کے بعد آپ ہی میری والدہ تھیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ ایک سچی مومنہ تھی جب آپ کی رحلت ہوئی
تو حضور ﷺ نے اپنی عباء کو آپ کا کفن بنایا اور اپنے دست مبارک سے
قبر میں اتنا را اور آپ ہی نے تدفین کی۔

حضرت ابوطالبؑ کے بہت سارے بچے تھے ان میں سے حضورؐ
نے امام علیؑ کی پرورش اور تربیت کی ذمے داری خود لے لی۔

امام علیؑ خطبہ قاصدہ میں حضور ﷺ کے ساتھ اپنے بچپنے کا تذکرہ

کرتے ہوئے فرماتے ہیں : وَلَقَدْ عِلِّمْتُمْ مَوْضِعَنِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلِقَرَابِهِ الْقَرِيمَةَ وَالْمَذْلَّةَ الْحَمِيمَةَ . وَضَعَنِي فِي حِجْرٍ وَأَنَا وَلِيَدُ يَضَعِنِي إِلَى صَدْرِهِ وَيَكْنِفُنِي فِي رَأْشَهُ وَيَمْسِنِي جَسَدَهُ وَيُشَبِّنِي عَرْفَهُ وَكَانَ يَمْضِعُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِي مِنْهُ وَمَا وَجَدَ لِي كِنْبَهٌ فِي قَوْلٍ وَلَا خَطْلَةً فِي فِعْلٍ ... یقیناً تم پیغمبر اکرم سے میری نزد کی قرابت اور منصوص منزلت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ آپ مجھے اپنی گود میں بٹھاتے اور پیار کرتے تھے، مجھے اپنے سینے سے لگاتے اور اپنے بستر پر سلاتے تھے، میں آپ نے جسم مبارک کو مس کرتا اور آپ کی خوشبو کو سوگھتا تھا۔ آپ غذا چبا کر نرم کرتے اور پھر مجھے کھلاتے تھے۔ آپ نے مجھے نہ کبھی جھوٹ بولتے ہوئے پایا اور نہ کبھی کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھا۔

پھر امام علیٰ مزید فرماتے ہیں : وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَبْعَثُ إِلَيْهِ الْفَصِيلَ إِنْرِأْقِيهِ، يَرِفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ عِلْمًا وَيَأْمُرُنِي بِالْإِقْتِدَاءِ بِهِ وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِدُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءٍ فَأَرَادَ وَلَا يَرَادَ أَغْيِرِي وَلَمْ يَجْمِعْ بَيْتُ وَاحِدٍ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلِقَرَابِهِ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا، أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ وَأَشَمُّ بِرِيحَ النَّبُوَّةِ میں ہمیشہ آپ کے پیچھے اس طرح چلتا جیسے اونٹی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ آپ اپنے اپنے اخلاق و اطوار کی ہر روز مجھے تعلیم دیتے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے۔ آپ ہر سال غار حراء عبادت کے لیے جاتے جہاں میرے علاوہ کوئی اور آپ کے ہمراہ نہیں ہوتا تھا۔ اسلام کا پہلا گھرانہ حضرت محمد حضرت خدیجہ اور مجھ پر مشتمل تھا۔ میں نے نور وحی و رسالت کو دیکھا اور

نبوت کی خوبیوں کو سوچنا۔ (نحو البلاغہ، خطبہ ۱۹۲)

آپ ہی وہ اولین فرد تھے جو پیغمبر ﷺ کے ساتھ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے اور پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھیوں میں آپ واحد فرد تھے جس نے کبھی بھی کسی بت کے آگے سر نہیں جھکایا۔ کیونکہ آپ ہر وقت حضور ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے اور آپ نے قبل از اعلان نبوت ہی روح اسلام کو درک کر لیا تھا اور اعلان نبوت کے بعد بھی دن رات حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔

جس رات حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی آپ ان کے بستر پر سوئے اور حضور ﷺ کی امانتوں کو جو آپ ہجرت کے وقت امام علیؑ کے حوالے کر گئے تھے، واپس کرنے تک مکہ میں رہے۔ امانتوں کو پلٹا کر جب آپ مدینہ پہنچے تو کچھ وقت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو آپ کے عقد میں دے دیا جنہیں رسول خدا ﷺ بے انہا چاہتے تھے۔ آپ کا یہ مشہور فرمان ہے کہ

فاطمۃٌ بِضُعَّةٍ قِنْتیٌ مَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنی

فاطمہؓ میرے جگر کا نکلا ہیں جس نے انھیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

انہا الہبیتؓ فرماتے ہیں کہ

لَوْلَمْ يَكُنْ عَلَیٖ لَتَائِکَانَ لِفَاطِمَةَ كُفُوٌ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؓ کا کوئی کفو اور ہمسر نہ ہوتا۔

آپ کا طرہ امتیاز

جب مخصوص حالات اور پیچیدگیوں کی بنا پر آپ کو حق خلافت سے محروم کیا گیا تو بجائے اس کے کہ آپ اپنے جائز حق کے لیے لڑتے، مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کی خاطر خاموشی اختیار کی اور بے شمار موقع پر مسلمان حکمرانوں کی رہنمائی بھی فرمائی۔ اس وقت آپ نے جو موقف اختیار کیا وہ بہت مشہور ہوا کہ **لَا سُلْطَنَ مَا سَلَمَتْ أُمُورُ الْمُسْلِمِينَ وَلَمْ يَكُنْ بِهَا جُوْرٌ إِلَّا عَلَىٰ خَاصَّةٍ** جب تک مسلمانوں کے امور صحیح ہیں اور ان کے ساتھ ناصافی نہیں ہوتی، میں اپنے اوپر ہونے والی ناصافیوں پر کوئی آواز بلند نہیں کروں گا۔

ایک دفعہ معاویہ کے اصرار پر امام علیؑ کے صحابی ضرار بن غمراہ نے آپ کی یوں تعریف کی : **إِذَا كَانَ لِأَبْدَمْ وَصَفِيهِ فَإِنَّهُ كَانَ وَاللَّهُوَ بَعِيْدُ الْمَدْيِ**. **شَدِيْدُ الْقُوَى** یَقُولُ فَضْلًا وَيَخْكُمُ عَدْلًا وَهُوَ الَّذِي قَالَ :

الَّذِلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّىٰ أَخِذُ الْحَقَّ لَهُ وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّىٰ أَخِذُ الْحَقَّ مِنْهُ. یَتَفَجَّرُ الْعِلْمُ مِنْ جَوَانِيهِ وَتَنْطُقُ الْحُكْمُ مِنْ تَوَاحِيهِ یَسْتَوْجِشُ مِنَ الدُّنْيَا وَزَهَرَ إِلَيْهَا وَيَأْنِسُ بِاللَّلَّيْلِ وَوَحْشَتِهِ وَكَانَ عَزِيزُ الدَّمْعَةِ، طَوِيْلُ الْفِكْرَةِ، يُقْلِبُ كَفَيْهِ وَيُخَاطِبُ نَفْسَهُ وَيَعْجِبُهُ مِنَ الْلِبَاسِ مَا خَيْشَنَ وَمِنَ الظَّعَامِ مَا جَشَبَ، كَانَ فِينَا كَأَحَدِنَا... اگر علیؑ کی توصیف کرنا ہی ناگزیر ہے تو خدا کی قسم آپ عظیم وسعت ذہنی اور بہت بڑی طاقت کے مالک تھے۔ آپ کا قول پکا اور فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”کمزور میرے نزدیک قوی اور عزیز ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق لے کر اسے نہ پہنچاؤں اور

قوی میری نظروں میں کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔ جب آپ کسی موضوع پر بات کرتے تو علم و معرفت کے دریا بہنے، اور حکمت کے چشمے پھوٹنے لگتے تھے۔ آپ اس دنیا اور اس کی زرق برق چمک سے وحشت محسوس کرتے جبکہ آپ رات اور اس کی وحشت ناک تاریکی سے انس رکھتے تھے۔ آپ بہت زیادہ گریہ و زاری فرماتے۔ اکثر گھری فکر میں غرق رہتے اور اپنے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے اپنے آپ سے گفتگو کرتے تھے۔ آپ انہتائی کم قیمت اور موٹا لباس پسند کرتے اور سادہ غذا تناول فرماتے تھے۔ آپ ہمارے درمیان اس طرح سے گھل مل کر بیٹھ جاتے جیسے ہم ہی میں سے ایک ہوں۔

ہم امام کی صفات و کمالات کی انہتا تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ آپ نے پوری زندگی صرف خدا اور اسلام کی خاطر ہی گزاری آپ اپنے اردو گرد کے لوگوں سے فرماتے تھے کہ لَيْسَ أَمْرِيْقَيْ وَ أَمْرُ كُمْ وَ اَحِدًا إِنْيْ أُرِيدُ كُمْ يَلُو وَ أَنْتُمْ ثُرِيدُونَيْ لَا نَفْسٌ كُمْ میرا معاملہ اور تمہارا معاملہ ایک طرح کا نہیں ہے کیونکہ میں نہیں خدا کی خاطر چاہتا ہوں جبکہ تم مجھے خود اپنے لیے چاہتے ہو۔

امام علیؑ مرض اسلام اور پیشوائے اسلام تھے اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ علیؑ والا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ پہلے وہ خدا، اس کے رسولؐ اور اسلام کا متوالا ہو جائے۔

ہمیں امام علیؑ کی ولادت با سعادت مناتے ہوئے دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے والا ذہن، ایمان سے پُر قلب اور الناصف پر مبنی زندگی گزارنے کے عہد کے ساتھ پھر سے زندگی کی ابتداء کرنی چاہیے۔

موضوع: یوم شہادت امام علی علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

خداوند عالم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشَرِّكُ بِنَفْسِهِ أَبْتَغَآءَ مَرْضَايَتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ○ اور لوگوں میں سے خدا کے بندے کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیج ڈالتے ہیں اور خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۰۷)

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ مذکورہ بالا آیت امام علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ آپ وہ واحد فرد ہیں جو کعبہ میں پیدا ہوئے اور مسجد آپ کی جائے شہادت بنی۔ آپ ہی تھے جس نے اپنی پوری زندگی حضورؐ کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت میں گزاری۔

آپ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ سَمِعَ وَ أَجَابَ وَأَنَابَ، لَمْ يَسْبِقْنِي بِالصَّلَاةِ إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ خَدَا يَا! میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے رسولؐ سے سب سے پہلے حق کا پیغام سنا اور اس پر ایمان لایا اور تیرے جبیبؐ کے علاوہ کسی نے مجھ سے پہلے تیری عبادت اور پرستش نہیں کی۔

حضرور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جب آپ بچپنے کے عالم میں تھے اس وقت بھی آپ پیغمبر ﷺ کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور حضور ﷺ نے آپ کی پرورش اور تربیت کی۔ اس طرح امام علیؑ نے اللہ کے رسولؐ سے علمی، معنوی اور ان تمام اخلاقی اور ذاتی کمالات کی تربیت حاصل کی کہ جس کی وجہ سے آپ خدا کے محبوب اور پیغمبر ﷺ کے منبغ قرار پائے تھے۔

امام علیؑ علیہ السلام بطور مجاهد

حضرور اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کو تمام علوم سکھائے یہاں تک کہ آپ علم پیغمبر ﷺ کے شہر کا دروازہ بن گئے کہ جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: **أَنَّا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيْهِ بَابُهَا مِنْ شَہْرٍ عَلَمٌ هُوَ اُنَّ عَلِيًّا** اس کا دروازہ ہے۔

امام علیؑ نے حق اور سچائی کے علاوہ کوئی بات نہیں کی جس پر حضور ﷺ نے آپ کو یہ اعزاز بھی عطا کیا کہ علیؑ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقِّ مَعَ علیؑ يَلْتُوْرُ مَعَهُ حَيْثُمَا ذَارٌ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ جدھر جائیں حق ان کے پیچھے پیچھے جائے گا۔

آپ ایک مجاهد تھے اور پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ کفار کے خلاف تمام جنگوں میں شرکت کی اور ان تمام جنگوں میں مسلمانوں کو فتح و کامرانی دلانے میں آپ نے مرکزی کردار ادا کیا۔

اور یہ بات مشہور ہے کہ امام علیؑ نے جنگ بدر میں باوجود اس کے کہ آپ کو جنگ لڑنے کا کوئی تجربہ نہ تھا اور باقاعدہ سے کسی قسم کی جنگی تربیت حاصل نہیں کی تھی اس جنگ میں مارے جانے والے آدھے سے زیادہ مشرکین کو آپ ہی نے وصال جہنم کیا۔ اسی طرح جنگ خندق میں جب عمرو بن عبدود سے مقابلہ کے لیے آپ میدان میں گئے تو حضور ﷺ نے یہ مشہور جملہ ارشاد فرمایا کہ **بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلَّهُ إِلَى الْقِيرَكِ كُلَّهُ آجَ كُلَّا كُلَّ إِيمَانٍ، كُلَّ كُفْرٍ كَمَا يُقْبَلُ** اور جب حضرت علیؑ نے کفر کے سب سے بڑے پہلوان جنگجو عمرو بن عبدود کو پچھاڑ دیا تو آپ نے فرمایا : **صَرَبَةُ عَلَيْهِ يَوْمُ الْخَنْدَقِ تُغَادِلُ عِبَادَةَ الشَّقْلَيْنِ** آج جنگ خندق کے دن علیؑ کی یہ ضربت تمام جن و انس کی عبادت کے برابر ہے ۔ (اور بعض روایات میں جن و انس کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے) ۔

بنابریں امام علیؑ مسلمانوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد پہلے فرد تھے جو مسلمانوں کی رہبری اور خلافت کے لیے سب سے زیادہ حقدار اور شاکستہ سمجھے جاتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری حج کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا : **مَنْ كُنَّتْ مَوْلَةً فَهُذَا عَلَيْهِ مَوْلَةٌ، أَللَّهُمَّ وَالِّيْ مَنْ وَاللَّهُ وَعَادِ مَنْ عَادَهُ وَأَنْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَأَخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ وَأَدِيرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُمَا ذَارِ** جس کا میں مولا اور حاکم ہوں اس کا یہ علیؑ مولا اور حاکم ہے (جس کے نفس پر میں اولیٰ بالصرف ہوں اس کے نفس پر علیؑ کو بھی حق تصرف حاصل ہے) ۔ خدا یا !

خوبی کو دعست رکھتے تو اس کو دعست رکھ جو اس کے ساتھ دشمن رکھتے تو
بھی اس کے ساتھ دشمن رکھ جو اس کی خضرت کرے تو بھی اس کی خضرت
فرما اور جو اس کو نہ کام کرنا چاہے تو بھی اس کو نہ کام فرماء اور حق کو اسی
جانب پر ہجڑت جس طرف یعنی جائے۔

اس کے علاوہ امام علیؑ کی تربیت اور پروش اس نجی پر ہوئی تھی کہ
آپ سے اشتباہ اور غلطیوں کا سرزد ہونا ممکن تھا اور یہ معیار ہر ایک
حوالے سے عدد درج بلند تھا۔

امام علیؑ اپنے بچپنے کی تربیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ما وجدًا
لَنِ كَنْهَةُ فِي قَوْلٍ وَ لَا خُلْطَةُ فِي فِعْلٍ رسول خدا نے نہ مجھے کبھی جھوٹ
بولنے بولے پایا اور نہ کبھی کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھا۔

آج ہم یوم شہادت حضرت علیؑ متابے ہیں تو گویا اسلام کے اس
گوہ ریگانہ کی یاد متابے ہیں جو اخلاقی، معنوی، علمی اور خدا کے راہ میں
جنگاں کرنے کے حوالے سے کوئی مشل غمیں رکھتا۔

امام علیؑ علیہ السلام کی نصیحت

امام علیؑ کے سر مبارک پر ۱۹ رمضان کی صبح دوران نماز فجر جب
امن بھم نے زبر آسودگوار سے ضربت الگائی تو حسن بن علیہم السلام کو بلا کر
ظاہر ان کے لیے اور درحقیقت قیامت تک کے انسانوں اور ملت اسلامیہ
کے لیے ایک وصیت اور نصیحت فرمائی۔

آپ کی وصیت یہ ہے کہ أُوصِيَكُمَا بِتَقْوِيِ اللَّهِ وَ أَنْ لَا تَتَبَغِيَا

الدُّنْيَا وَإِنْ بَغْشُكُمَا وَلَا تَأْسِفَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا زُوِّي عَنْكُمَا وَقُولًا بِالْحَقِّ
وَأَعْمَلَا لِلْآخِرَةِ وَكُونًا لِلظَّالِمِ خَصَّمَا وَلِلْمُظْلُومِ عَوْنَا مِنْ تِمْ دُونُوں کو
اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم دنیا پر حریص نہ ہونا
چاہے وہ تمہارے لیے آراستہ ہو کر ہی آجائے اور دنیا کی کسی چیز پر افسوس
نہ کرنا جو تم سے روک لی جائے۔ تم جو کہنا حق کہنا اور جو کرنا وہ آخرت
کے لیے کرنا اور ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

اس کے بعد امام مسلمانوں سے متعلق بلکہ پوری دنیا کی انسانوں سے
متعلق ہماری معاشرتی اور سماجی ذمے داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے
لفیحہ فرماتے ہیں: أُو صَيْكُنَا وَجَمِيعَ وَلِدَتِي وَمَنْ بَلَغَهُ كِثَابِي بِتَقْوَى
اللَّهُ وَنَظِيمٌ أَمْرِكُمْ وَصَلَاحٌ ذَاتٌ بَيْنِكُمْ لَا تَنْسِي سَمْعَتْ جَدُّكُنَا يَقُولُ:
صَلَاحٌ ذَاتٌ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلَاةِ وَصَيَّادِ مِنْ تِمْ دُونُوں
(امام حسن اور امام حسین) کو اپنی تمام اولادوں کو، اور (اپنے ان چاہنے
والوں کو) جن تک میرا یہ پیغام پہنچے سب کو اللہ سے ڈرتے رہنے، اپنے
معاملات کو نظم دینے اور آپس کے تعلقات سلیمانیے رکھنے کی وصیت کرتا
ہوں کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ
آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز و روزے سے افضل ہے کیونکہ عداوت
اور دشمنی معاشرے کو تباہ و بر باد کر دیتی ہے اور یہ چیز اسلام اور مسلمانوں
کے لیے باعث نقصان و ضرر ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ أَلَّا هُوَ إِلَهٌ إِلَّا إِنَّمَا فَلَاتَغْبُو أَفَوَاهُهُمْ
وَلَا يُضْطِعُوا بِحَضَرٍ تُكْمَلُ كِبِيرٌ دیکھو قیمتوں کے حق کے بارے میں خدا سے

ڈرتے رہنا، کہیں ان کے منہ سے نوالہ چھن نہ جائے اور تمہارے ہوئے ہوئے وہ تباہ و بر باد نہ ہو جائیں۔

تیمیوں سے متعلق آپ اپنی وصیت میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ تیمیوں کی تربیت اور پرورش کی ذمے داری کیونٹی اور معاشرے کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے پیٹ بھرنے والے، تن ڈھانپنے والے اور اچھی دنیوی زندگی فراہم کرنے والے کو ہاتھ سے دے دیا ہے۔ لہذا تیمیوں کی پرورش اور دیکھ بھال اپنے بچوں کی طرح سے کرنا ہر ایک کی ذمے داری ہے اور انھیں ان کے حال پر نہیں چھوڑنا چاہیے کہ کہیں صحیح تعلیم و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے جرائم پیشہ بن جائیں، جو آگے جا کر معاشرے کے لیے ناسور کی مانند ہوں۔

تازہ اخباری رپورٹوں کے مطابق چار ہزار کے قریب لبنانی بچے مغربی ممالک میں پرورش کی خاطر لوگوں نے گود لیے ہیں اور یہ بچے جب بڑے ہو کر یہ جان لیں گے کہ جن کے ساتھ یہ وہاں رہ رہے ہیں وہ ان کے والدین نہیں ہیں تو وہ اپنے حقیقی والدین کی تلاش شروع کر دیں گے۔ یہ رپورٹ جو ہمیں اولین فرصت میں تیم خانوں اور تیمیوں کی تعلیم و تربیت کے مراکز کی قیام کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتی ہے تاکہ ان منفی اثرات کی روک تھام ہو سکے جو ہمارے بچوں کو مغرب سمجھنے ان کی اپنی شناخت کھو بیٹھنے اور مذہب سے دور ہونے کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔

اللَّهُ أَللَّهُ فِي حِيْزَانِكُمْ، فَإِنَّهُمْ وَصِيَّةٌ نَّيِّيْشُكُمْ، مَا زَالَ يُؤْصِي بِهِمْ حَثْلٌ ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيُؤْرِثُهُمْ اور اپنے ہمسایوں کے حق کے بارے میں اللہ

سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر نے برابر سفارش کی ہے اور آپ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے تھے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں آپ انھیں وراشت میں بھی حصے دار نہ بنادیں۔ لہذا خدا کے لیے ہمایوں کی ہر اس سختی کو حتیٰ القدر برداشت کرنا چاہیے جو ہمارے لیے زحمت اور ضرر کا باعث نہ بنے۔

وَاللَّهُ أَلَّهُ فِي الْقُرْآنِ، لَا يَسِيقُكُمْ بِالْعَتَلِ إِنَّهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ، اللَّهُ أَلَّهُ
فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا عَمُودٌ دِينُكُمْ اور دیکھو قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں اور نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ الصلوٰۃُ عُمُودُ الدِّینِ، إنْ قُبِلَتْ قُبْلَ مَا إِسْوَاهَا وَإِنْ رُذِّثَ رُذْثًا مَا إِسْوَاهَا نماز دین کا ستون ہے۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر خدا نخواست نماز رد کر دی گئی تو باقی اعمال بھی رد کر دیئے جائیں گے۔

نماز ہمیں گناہوں سے دور رکھتی ہے، نماز ہی کے ذریعے سے خدا کا خوف اور خدا کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔

امام مزید نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللَّهُ أَلَّهُ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ،
لَا تَخْلُوَهُ مَا بَقِيَّ مِنْهُ فَإِنَّ رُبِّكَ لَمْ تُنَاظِرُوا أپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑتا کیونکہ اگر اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر عذاب سے مہلت نہ پاؤ گے۔

کیونکہ خاتمة خدا مسلمانوں کے اتحاد و وحدت اور طاقت کا مظہر ہے

اور اسے خالی چھوڑنا یا اس کی طرف سے غفلت کا مظاہرہ کرنا مسلمانوں سے ایمان کے فقدان کا موجب بنے گا اور اس کے نتیجے میں کفار مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کر کے ان کی طاقت کو ختم کر دیں گے۔

اللَّهُ اللَّهُ فِي الْجَهَادِ يَا مُؤْمِنُوا إِلَكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَأَلَّسْتَ تَعْلَمُ أَبْنَى جَانِ،
مال اور زبان سے جہاد کرنے کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

حدیث میں بیان ہوا ہے کہ مَنْ رَأَى مُنْكِرًا فَلَيُغَيِّرْهُ
پِيَدِيهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَيَقْلِبِهِ وَذَلِكَ
أَضْعَفُ الْإِيمَانِ تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ خود اپنے
ہاتھ سے اصلاح کرے۔ اگر ہاتھ سے ٹھیک کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو
زبان سے درست کرے اور اگر زبان سے بھی درست کرنے پر قادر نہ ہو تو
اپنے دل میں اس سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

امام علیٰ مزید فرماتے ہیں : وَ عَلَيْكُمْ بِالشَّوَّاصِلِ وَ التَّبَاذِلِ
إِثْيَاكُمْ وَ التَّدَابِرِ وَ الشَّقَاطِعِ وَ لَا تَرْكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهَايَةِ عَنِ
الْمُنْكَرِ فَيُوَلِّي عَلَيْكُمْ أَشْرَاكُكُمْ ثُمَّ تَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ اور تم
پر لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت
کرتے رہنا اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے پیشہ پھیرنے اور
تعالقات توڑنے سے پرہیز کرنا اور امر بالمعروف و نهى عن المنکر کو کبھی
ترک نہ کرنا ورنہ شیطان صفت لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے پھر ذما مانگو
گے تو قبول نہ ہوگی۔

لہذا ہر ایک کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اپنی کمیونٹی میں بُرے اور

بدکدار افراد پر نگاہ رکھے اور ان کی نصیحت و بھلائی اور نیک کاموں کی طرف رہنمائی کرتا رہے۔ اور اگر خدا نخواستہ امر بالمعروف و نبی از منکر کا فریضہ ترک ہو گیا تو اس کے نتیجے میں ایسے بدکدار مسلمانوں کو اللہ ہم پر سلطان کر دے گا جو خدا کے کسی عہد و پیمان کی پرواہ نہیں کریں گے۔

امام علیٰ علیہ السلام کی اپنے خاندان والوں کو وصیت

امام علیٰ کی مسلمانوں کے سماجی زندگی سے متعلق عمومی مفادات اور معاملات پر وصیت کو ہم نے ملاحظہ فرمایا اور جب اپنے قبیلہ اور خاندان کی باری آتی ہے تو آپ اپنی ذات سے متعلق امور کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہیں کیونکہ آپ کے قاتل سے قصاص لینا آپ کے ورثاء کی ذمے داری تھی۔ کہیں اس قصاص میں وہ زیادتی نہ کر بیٹھیں اور کسی بے گناہ کو صرف اس جرم میں کے وہ قاتل کے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے قتل نہ کر ڈالیں۔ جس کا آج کے ہمارے معاشرے میں رواج عام ہے۔ آپ ان کو ان کاموں سے روکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ يَا أَيُّهُنَّ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ! لَا أَلْفِيَنَّكُمْ
 تَخُوضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ خَوْضًا تَقُولُونَ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا لَا
 يُقْتَلَنَّ إِلَّا فَاتِرِيٌّ، أَنْظُرُوهُ إِنْ أَنَّا مُمْتَثِّلُونَ حَذِيرَةَ ضَرْبَةٍ
 يَضْرِبُهُ وَلَا يُمْتَلِّلُ بِالرَّجْلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ (ص) يَقُولُ : إِنَّا كُمْ وَ
 الْمُشَاهِدَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ اَعْبَدَ الْمُطَلَّبَ کے بیٹوں! میں تمہیں ہرگز اس
 حالت میں نہ پاؤں کہ تم امیر المؤمنین قتل کر دیئے گئے، امیر المؤمنین قتل

کر دیئے گئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا
دو۔ دیکھو! میرے بد لے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو
اگر میں اسی ضربت سے شہید ہو جاؤں تو میرے قاتل کو بھی ایک ضرب
کے بد لے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس کے ہاتھ، پیر نہ کاٹنا کیونکہ
میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو
اگرچہ وہ کاٹنے والا (پاگل) کتا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ امام علیؑ کی پاک ذات ہے جو عظیم تھی، عظیم ہے اور عظیم رہے
گی۔ ان معاملات اور ایشوز (Issues) سے متعلق بھی جہاں دوسرے سب
بھٹک گئے اور دنیا کے پیچھے چل پڑے۔ امام علیؑ وہ صابر انسان تھے جس
نے ہر طرح کی تکالیف اور مصائب کو صرف خدا کی محبت میں محو اور اس کی
ذات میں فنا ہو کر دنیا کو سکھایا۔

اور آپ ہی کا فرمان ہے کہ **أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اُتَّقَىٰ مِنْ دُنْيَاٰهُ بِظُنْمَرِيَّهُ وَ مِنْ ظُعْنَيْهِ بِقُرْصَنْيَهُ أَلَا وَإِنَّ كُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذَلِكَ وَ لَكِنَّ أَعْيَنُوْنِي بِوَرَعٍ وَ اجْتَهَادٍ وَ عِفْفَةٍ وَ سِنَادٍ** آگاہ ہو جاؤ! کہ تمہارے
اس امامؓ نے اس دنیا کے دو کپڑوں اور کھانے کی دو روٹیوں پر اکتفاء کی
ہے (میں جانتا ہوں) تم میری طرح زندگی گزارنے پر قادر نہیں ہو لیکن تم
تقویٰ، حلاش و کوشش، پاک دامنی اور ثابت قدمی کے ذریعہ میری مدد کرو۔

یہ امام علیؑ کی وصیت تھی جس پر ہمیں اپنی زندگیوں میں عمل کرنا چاہیے۔
خدا آپ کے یوم ولادت، یوم شہادت اور اس دن پر کہ جس دن
آپ پھر سے زندہ کئے جائیں گے اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

موضوع: شیعہ تو آپس میں محبت اور
ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذَهِّبَ عَنْكُمُ الِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرَ كُفَّارَ
تَظْهِيرًا اے اہلبیت! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کے رجس
سے دور رکھے اور جو پاک رکھنے کا حق ہے ویسا پاک رکھے۔

(سورہ احزاب: آیت ۳۳)

رجب کے مہینہ کو پروردگار عالم نے ان چار مہینوں میں شامل کیا
ہے کہ جن میں سوائے دفاع کے جنگ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ ماہ
رجب کے پہلے عشرے میں دو ولادتیں ہوئی ہیں۔ یکم رجب یوم ولادت امام علی نقی
امام محمد باقر علیہ السلام اور دو رجب کو ایک قول کے مطابق یوم ولادت امام علی نقی علیہ السلام
ہے اور اسی پہلے عشرے کی تین تاریخ کو یوم شہادت امام علی نقی علیہ السلام
بھی ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام ہادی کے لقب سے مشہور ہیں۔

آج کی گفتگو میں ان دو معصوم ہستیوں کی زندگی پر روشنی ڈالنے کی
سمی کروں گا اور ان کی تعلیمات سے اپنی زندگیوں کو منور کرنے کی

حتی الامکان کوشش کریں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ان ائمہ اہلبیت میں شامل ہیں جنھیں کھل کر وین میں اسلام اور مذہب تشیع کے لیے کام کرنے کا موقع ملا۔ یہی وجہ تھی کہ امام نے متعدد شعبوں جیسے فلسفہ، احکام، اصول و عقائد اور تاریخ وغیرہ میں مسلمانوں کی بالعلوم اور شیعوں کی بالخصوص علمی تربیت کی جس کی تفصیل تاریخ طبری میں موجود ہے جو آپ کی احادیث اور حوالوں سے بھری ہوئی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے چاہنے والوں کو اسلام سے متعلق ہر چیز کے بارے میں سوال کرنے کی تاکید اور اصرار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب میں تمہارے سوالوں کا جواب دوں تو دلیل اور حوالے ضرور پوچھ لیا کرو۔ آپ تمام مسلمانوں بالخصوص شیعوں کو اپنے تمام مسائل کے حل کے لیے قرآن اور سنت پیغمبر سے متمسک رہنے اور قرآنی علوم سے بہرہ مند ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔

امام علیہ السلام قرآنی معیار اور اصولوں کے مطابق لوگوں سے مناظرہ کرتے وقت انتہائی صبر اور خندہ پیشانی کے ساتھ منافقین کو سنتے اور فرماتے تھے کہ اگر آپ کسی کے ساتھ سیاسی، مذہبی یا کسی اور شعبہ میں اختلاف رکھتے ہیں تو سوائے مضبوط دلائل کے الزامات، لعن طعن اور دھمکیوں سے کسی کو قائل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جو قرآن مجید پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک ہی کے در سے ہمیں مل سکتی ہیں اور انہی تعلیمات کی روشنی میں ہم اپنے

علمی اختلافات کو بجائے ایک دوسرے پر اذامات اور لعن طعن کرنے کے مضبوط عقلی اور منطقی دلائل سے حل کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ قرآن مجید کی اس آیت کو اپنے لیے رہنا اصول قرار دیتے ہوئے ہم اپنے باہمی تازاعات کو حل کر سکتے ہیں۔ جس میں ارشاد رب العزت ہے:

**وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ إِذْفَعْ بِالْقِيمَةِ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا أَذْنَى
بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاؤُهُ كَانَهُ وَلِئِنْ حَمِيَمٌ ○** اور بخلافی، براہی کبھی برابر نہیں ہو سکتیں۔ تو سخت کلامی کا ایسے طریقہ سے جواب دو جو نہایت اچھا ہو۔ (ایسا کرو گے تو تم دیکھو گے کہ) جس کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی گویا وہ تمہارا دل سوز دوست بن گیا ہے۔ (سورہ الحم سجدہ: آیت ۳۲)

امام محمد باقر علیہ السلام کے سیاسی مسائل سے بے حد پریشان رہتے تھے اور باوجود اس کے کہ خلافت پر بنی امیہ قابض تھے اور ان کی حکومت تھی۔ آپ مملکت کے خارجی خطرات پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔

آپ اپنے جد حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کی طرح اپنے ذاتی مفادات کے بجائے مسلمانوں کے عمومی مفادات کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اسی بنیاد پر جب اموی حکومت کو رومیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہوا تو آپ نے اپنی قیمتی آراء اور مشوروں سے ان کی مدد فرمائی مگر جب انہی اموی حکومت کے مخالفین نے شورش برپا کی تو آپ نے مخالفین کا ساتھ دیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ بنی امیہ کی حکومت کا خاتمه اسلام کے مفاد میں ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کو ایک پر امن ماحول میسر آیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے مسلمانوں کی تعلیمی اور سیاسی میدانوں میں خوب تربیت کی مگر امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ حالات اس کے بالکل برعکس تھے۔ آپ ہمیشہ حکمرانوں کی عتاب اور سختیوں کے زیر اثر رہے مگر کبھی بھی ان کے آگے سرنہیں جھکایا۔

امام علی نقی علیہ السلام کو لوگوں کے نظریاتی، فلسفی اور عقائد سے انحراف پر بہت تشویش تھی۔ آپ ان لوگوں کے خلاف قیام فرماتے جو قرآن مجید کی غلط تاویل اور تشرع کرتے تھے۔ آپ ائمہ کے بارے میں غلوکرنے والوں سے مقابلہ کرتے اور ان کی سخت الفاظ میں نہ مدت بھی فرماتے تھے۔ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور اسلامی ثقافت کے پر چار میں آپ کا کردار اس قدر نمایاں تھا کہ آپ کے ہم عصر مخالفین اور ان کے ماننے والے سب آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہمیں بطور ایک شیعہ اور پاک و پاکیزہ ہستیوں اور معصوم اماموں کے پیروکار کی حیثیت سے ان کے فرائیں اور نصیحتوں کا جائزہ لیتا چاہیے اور ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔ ابو اسماعیل نے ایک دفعہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ **جَعْلُتُ فِدَاكَ إِنَّ الشِّيْعَةَ عِنْدَنَا كَثِيرٌ هَمَارَ شَيْعَوْنَ كَيْفَيَّتُ خَدَادَ كَافِيَ زِيَادَهُ هُوَ كَيْفَيَّتُ** ہو گئی ہے۔

اس پر امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ **هَلْ يَعْطِفُ الْغَنِيَّ عَلَى الْفَقِيرِ، وَهَلْ يَتَجَاهُ الْمُحْسِنُ عَنِ الْمُبْسَيِّ، وَهَلْ يَتَوَسَّوْنَ؟** کیا

امیر غریبوں پر مہربانی کرتے ہیں؟ اور کیا احسان کرنے والے گنہگاروں کو معاف کردیتے ہیں؟ اور کیا وہ تعزیت کے لیے ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں؟

جب اس شخص نے نفی میں جواب دیا تو امام نے فرمایا: لیں
ھؤلائشیعۃ یہ لوگ ہرگز ہمارے شیعہ نہیں ہو سکتے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِهِمْ وَتَرَاحِمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاجِدِ إِذَا أَشْتَكَى مِنْهُ عَضْوٌ تَذَاقَ لَهُ سَائِرُ الْأَعْضَاءِ بِالْحُمْرِيَّةِ وَالشَّهْرِ مومنین کی مثال آپس کی محبت اور رحم دلی میں ایک جسم کی مانند ہے۔ جب جسم کے کسی ایک حصے میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور بیدار رہتا ہے۔

ایک اور مقام پر امام نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
يَا خَيْشَمَةُ! أَبْلِغْ مَنْ ثَرَى مِنْ مَوَالِيْنَا السَّلَامَ وَأُوصِهِمْ بِتَقْوَى اللَّهِ الْعَظِيْمِ وَأَنْ يُعَوِّذَ غَنِيْهِمْ عَلَى فَقِيرِهِمْ وَقَوِيْهِمْ عَلَى ضَعِيْفِهِمْ وَأَنْ يَشَهَدَ حَيَّهِمْ جَنَازَةَ مَيَتِيْهِمْ وَأَنْ يَتَلَاقُوا فِي بُيُونُوتِيْهِمْ فَإِنْ لَقَنِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَيَاةً لِأَمْرِنَا رَحْمَ اللَّهُ عَبْدًا أَخْيَنِيْ أَمْرَنَا اَعْخِشَمَا!
ہمارے جن چاہنے والوں سے ملاقات کرو انھیں ہمارا سلام پہنچا دو اور انھیں خدا و نبی عظیم کا تقوا اختیار کرنے کی سفارش کرو اور یہ کہ ان کے ثروتمند اپنے فقیر بھائیوں اور طاقتوں کمزوروں بھائیوں کے ساتھ نزی سے پیش آئیں، ایک دوسرے کی جنازوں میں شرکت اور ایک دوسرے کے

گھروں میں جا کر ملاقات کریں کیونکہ جب ان میں سے بعض بعض کے ساتھ ملتے ہیں تو ہمارا امر زندہ ہوتا ہے اور اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو ہمارا امر زندہ کرتا ہے۔

اور اہل بیتؐ کا امر سوائے دین اسلام اور اس کی تعلیمات کے کچھ اور نہیں ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

أَبْلَغُ مَوَالِيهَا أَنَّا لَا نَغْنِي عَنْهُمْ مِنَ الْهُوَ شَيْئًا إِلَّا بِالْعَمَلِ، وَأَنَّهُمْ لَنْ يَنْلَوْا وَلَا يَتُنَّا إِلَّا بِالْوَرَعِ وَأَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ حَسَرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَصَفَ عَدْلًا ثُمَّ خَالَفَهُ إِلَى غَيْرِهِ اے خیشہ! ہمارے ماننے والوں کو یہ بھی پہنچا دو کہ ہم ان کو اللہ سے سوائے عمل صالح کے ہرگز بے نیاز نہیں کر سکتے اور وہ سوائے تقویٰ و پرہیزگاری کے ہماری ولایت کے حقدار نہیں ہو سکتے اور یقیناً قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ افسردو خاطر وہ ہو گا جو حق کو پہچانتے ہوئے اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔

امام نے اپنے متعدد اقوال اور فرایمن کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ صرف اور صرف انسان کا عمل اور پرہیزگاری ہی انسان کو خدا سے نزدیک کر سکتی ہے نہ کہ زبانی دعوے۔ اس سے یہ مطلب واضح ہوتا ہے کہ قیامت میں کام آنے والی چیز صرف تقویٰ اور خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہے۔

آپ نے ایک مرتبہ اپنے پیر و کاروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشِّيْعَةِ! كُوْنُوا الْيَمِّرَقَةَ الْوُسْطَى، يَرْجِعُ إِلَيْكُمُ الْغَالِي

وَيَلْتَحِقُ بِكُمُ الْثَالِثُ... وَلَا يَبْيَنَنَا وَبَدِينَ اللَّهُ قَرَابَةً، وَلَا لَنَا عَلَى اللَّهِ مُجَاهَةٌ
وَلَا نَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ أَلَا بِالظَّاغِعَةِ، فَمَنْ كَانَ مُطْبَعًا لِلَّهِ تَنْفَعُهُ وَلَا يَنْتَنَا، وَ
مَنْ كَانَ غَاصِبًا لِلَّهِ لَا تَنْفَعُهُ وَلَا يَنْتَنَا، وَيَحْكُمُ لَا تَغْرِرُوا، وَيَحْكُمُ لَا
تَغْرِرُوا اے ہمارے شیعوں! میانہ روی اختیار کرو ، نہ زیادہ ڈینگیں
مارنے والے بنو اور نہ زیادہ شکلی مزاج ، اس لیے کہ بالآخر بڑھا چڑھا کر
بیان کرنے والے بھی تمہاری جانب پلٹیں گے اور شکلی مزاج بھی تم سے
آملیں گے۔ نہ تو ہماری اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی کوئی رشتہ داری ہے اور نہ
ہی اس پر ہماری طرف داری واجب ہے۔ ہمارا اس سے قرب صرف
اطاعت اور فرمان برداری کی وجہ سے ہے۔ پس تم میں سے جو خدا کی
اطاعت کرنے والا ہے اسے ہماری دوستی اور ولایت فائدہ دے گی لیکن
جو خدا کا معصیت کار ہے اسے ہماری ولایت کوئی نفع نہیں دے گی۔
خدارا فریب میں مت آؤ اور دھوکا مت کھاؤ۔

آپ مزید فرماتے ہیں :

إِنَّمَا شِيَعَةُ عَلَيِ الْمُتَبَاهِذُونَ فِي وَلَا يَنْتَنَا، الْمُتَخَابُونَ فِي مَوْذَتِنَا،
الْمُتَزَأِرُونَ لِأَخْيَاءِ دِينِ اللَّهِ، الَّذِينَ إِذَا أَغْضَبُوا الْمُتَظْلِمُونَ، وَإِذَا رَضُوا
لَمْ يَشْرِفُوا، بَرَّ كَهْ عَلَى مَنْ جَاَوْرُوا، سِلْمٌ لِمَنْ حَالَطُوا عَلَيْ كے شیعہ تو وہ
ہیں جو ہماری دوستی میں خرچ کرتے ہیں، ہماری مودت میں ایک دوسرے
سے محبت کرتے ہیں اور دین خدا کے اجیاء کی خاطر ایک دوسرے کے
ہاں آتے جاتے ہیں۔ وہ جب غضبناک ہوتے ہیں تو ظلم نہیں کرتے ،
جب خوشحال ہوتے ہیں تو فضول خرچی (اسراف) نہیں کرتے ، اپنے

ہمسائیوں کے لیے باعث رحمت ہیں اور جن سے معاملہ کرتے ہیں ان کے ساتھ پر امن ہوتے ہیں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

الْإِيمَانُ مَا وَقَرَّ فِي الْقُلُوبِ وَصَدَقَةُ الْعَمَلُ ایمان دل سے اقرار اور اعضاء و جوارح کے عمل سے اس کی تصدیق کرنا ہے۔

چنانچہ ایک اور واقعہ میں ایک شخص کے ساتھ ایک ہی دن میں کئی حادثات ہوئے۔ پہلے انگلی کٹ گئی پھر اس کے کپڑے پارہ پارہ ہو گئے۔ اس پر براہم ہو کر وہ اس دن کے خلاف برا بھلا کہتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام نے فرمایا :

مَا ذَنَبَ الْأَيَامِ حَتَّىٰ صِرْثُمْ تَتَشَاءَ مُؤْنَ يَهَا إِذَا جُوْزِيْتُمْ بِأَعْمَالِكُمْ فِيهَا ایام کا ان واقعات اور حادثات سے کیا تعلق کر تم لوگ ان ایام کی ملامت اور ندمت کرتے ہو، تم لوگ ان ایام میں اپنے کئے ہوئے اعمال کی جزا و سزادیے جاتے ہو۔ امام کے اس جواب پر وہ شخص نادم ہو کر خدا سے استغفار کرتا ہوا چلا گیا۔

یہ تھیں انہے اہلبیت کی تعلیمات اور نصائح سے چند اقتباسات جن کی پیروی اسلام اور سچائی کے راستا پر قائم رہنے کے لیے ضروری ہے۔

موضوع: خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کرو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

دونوں جہانوں میں انسانوں کے مقدار کا تعین اس بات پر منحصر ہے
کہ ان کے امیروں اور غریبوں کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں اور اپنے
معاملات میں کس سے رہنمائی لیتے رہے ہیں؟

آج ہم قیادت اور رہبری کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہ
کے رہنا ہونا چاہیے اور رہبری کا حق کے حاصل ہے؟ اسی طرح ہمیں
کیسے لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے اور کن کو اپنا رہبر مانتا چاہیے؟

رہبری کس کی ذمے داری ہے؟

قرآن مجید اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ رہنماؤں کی
دو قسمیں ہیں:

اول: وہ معصوم اور پاکیزہ ہستیاں ہیں جن سے نہ گناہ سرزد ہوتے
ہیں اور نہ وہ غلط فیصلے کرتے ہیں۔ جیسے رسول اکرم ﷺ اور آپ کی
عترت طاہرہ۔ ان کی اطاعت واجب ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے : فَلَا وَرِبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيهَا شَجَرَةٌ تَهُمْ لَهُمْ
لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا قَمْتَا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا اتَّشْلِيمًا ۝ اے رسول !
تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے ایمان لانے والے نہ ہوں گے
جب تک کہ یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنالیں۔ پھر یہی
نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے اپنے اندر کسی قسم کی دل تنگی بھی محسوس
نہ کریں بلکہ خوشی خوشی اس کو مان لیں۔ (سورہ نساء : آیت ۶۵)

دوم : وہ رہبر اور رہنماء ہیں جو معصوم نہیں ہیں ان سے غلطیاں سرزد
ہوتی ہیں۔

آن کی بھی دو قسمیں ہیں :

ایک وہ عادل علماء اور فقهاء ہیں جن سے لوگ اپنے دینی مسائل کے
متعلق فتویٰ لیتے ہیں ان کے فتوؤں پر عمل کرتے ہیں اور اگر وہ حاکم نہیں
تو ان کی اطاعت اور ان سے وفاداری لازم ہو جاتی ہے۔

دوسرے وہ ہیں جن کے پاس کسی قسم کی مذہبی ذمے داری نہیں
ہوتی جیسے کسی پارٹی یا قبیلہ کا سردار یا کسی ملک کا صدر اور وزیر اعظم وغیرہ۔
ان دونوں قسم کے رہنماؤں کے اقوال و کردار پر ہمیں کڑی نظر رکھنی
چاہیے کیونکہ یہ لوگ معصوم عن الخطاء نہیں ہیں۔ ان سے غلطیاں سرزد
ہو سکتی ہیں اور یہ اشتباہ کر سکتے ہیں جن کی ہمیں نشاندہی کرنی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں ارشاد
فرماتے ہیں کہ إِنَّكُمْ لَا تَعْلِقُونَ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا حَرَمْتُ إِلَّا مَا حَرَمَ
الْقُرْآنُ وَمَا حَلَّتْ إِلَّا مَا أَحَلَّ الْقُرْآنُ تم لوگ کسی بھی چیز کے بارے

میں مجھے مورد الزام نہیں تھہرا سکتے کیونکہ میں نے ہر وہ چیز تمہارے لیے حلال کی جسے قرآن نے حلال بتایا ہے اور ہر اس چیز کو حرام کیا جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

اگرچہ آپ خدا کے سوا کسی کے سامنے جواب دہ نہیں تھے اس کے باوجود آپ کا لوگوں کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنا ، قیادت کی ذمے داریوں سے عہدہ برا ہونے کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی عليه السلام جو حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل اور ہر قسم کی غلطیوں اور خطاؤں سے پاک تھے اس کے باوجود آپ لوگوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ فَلَا تُكْلِمُونِيمَا تُكَلِّمُونَ بِهِ الْجَنَابَةَ وَ لَا تَتَحَفَّظُوا عِنْدِي مِمَّا يُتَحَفَّظُ بِهِ عِنْدَ أَهْلِ الْبَادِةِ وَ لَا تُخَالِطُونِي بِالْمُضَانَعَةِ وَ لَا تَظْنُوا إِنِّي إِسْتِقْبَالًا فِي حَقِّ قِبَلَتِي وَ لَا إِلْتِمَاسِ اِعْظَامِي لِنَفْسِي فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقِّ أَنْ يُقَالَ لَهُ وَ الْعَذْلُ أَنْ يُعَرَّضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا عَلَيْهِ أَثْقَلُ، فَلَا تُكْفُوْعَ عَنْ مَقَالَةِ بِحَقِّي أَوْ مَشْوَرَةِ بِعَدْلِي فَإِنِّي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ أَنْ أُخْطِي وَ لَا أَمِنُ ذَلِكَ مِنْ فَعْلِي إِلَّا أَنْ يَكُفِي اللَّهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلَكَ بِهِ مِثْنَيْ مجھ سے ویسی باتیں نہ کیا کرو جیسی ظالم اور سرکش لوگوں سے کی جاتی ہیں اور نہ مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو جس طرح طیش کھانے والے حاکموں سے بچاؤ کیا جاتا ہے اور مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چاپلوسی اور خوشامد کا پہلو لکھتا ہو، میرے متعلق یہ گمان نہ کرنا کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائیگی تو مجھے گراں گزرے گی اور نہ یہ خیال کرو کہ میں یہ درخواست کروں گا کہ مجھے بڑھا

چڑھا دو کیونکہ جو اپنے سامنے حق کہے جانے اور عدل کے پیش کئے جانے کو بھی گراں سمجھتا ہوا سے حق و انصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار ہو گا تم اپنے کو حق بات کہنے اور عدل کا مشورہ دینے سے نہ روکو کیونکہ میں تو اپنے کو خطاء سے بالاتر نہیں سمجھتا اور نہ اپنے کسی کام کو لغزش سے محفوظ سمجھتا ہوں مگر یہ کہ خدا مجھے بچائے۔ (شیع الملاعنة، خطبہ ۲۱۶)

ظالموں کی پیروی

وہ لوگ جن کی قیادت، رہبری اور کردار کی پاکیزگی کی سند نہ ہب نہیں دیتا خدا کی معصیت میں ان کی اطاعت جائز نہیں اور نہ نا انصافیوں میں ان کا ہاتھ بٹانا صحیح ہے کیونکہ ایسے لیڈروں اور رہنماؤں کے انتخاب، ان کی حمایت اور ان کی خاطر جنگ لڑنے کے ہم خود ذمے دار ہوں گے اور روز قیامت ہمیں اس حمایت اور تعاون کا حساب دینا ہوگا۔

خدا ہمیں ایسا کرنے سے منع فرماتا ہے اسی لیے قیامت میں پوچھا جائے گا: **الْفَرِیَادُكُمْ نَذِيرٌ** کیا تمہارے پاس خبردار کرنے والا (نبی) نہیں آیا تھا؟ (سورہ ملک: آیت ۸)

لہذا ہمیں اپنی آخرت کے لیے بروقت تیاری کرنی چاہیے اور قرآن مجید نے قیامت کے بارے میں جو منظر کشی کی ہے اس کا مشاہدہ کرتے رہنا چاہیے۔

إِذْ تَرَأَ الظِّيْنُ اتَّبَعُوهُ اِمْنَ الظِّيْنُ اتَّبَعُوهُ اَوْرَا اَلْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ وَقَالَ الظِّيْنُ اتَّبَعُوهُ اَوْلَى اَنْ كَرَّةً فَنَتَبَرَّا مِنْهُمْ

کَمَا تَبَرَّءُوا مِنَ الْكُلُّ كَمَّا يُرِيَهُمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَتِ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ
يُنْجِزُونَ مِنَ النَّارِ ۝ وہ کیا سخت وقت ہوگا جب پیشوں اپنی پیروی کرنے
والوں سے اپنا پیچھا چھڑا رہے ہوں گے اور چشم بخود عذاب کو دیکھیں گے
اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ تب پیروکار کہنے لگیں گے کہ
اگر ہمیں پھر سے دنیا میں پلٹنا نصیب ہو تو ہم بھی ان سے اسی طرح
بیزاری کا اظہار کریں گے جیسے یہ آج ہم سے بیزاری کا مظاہرہ کر رہے
ہیں۔ یوں خدا ان کے اعمال کو دکھائے گا کہ یہ حستوں اور پیشانیوں کے
ساتھ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ اور پھر وہ دوزخ سے نکلنے کی کوئی تدبیر نہ
پائیں گے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۶۶ - ۱۶۷)

اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اس دن بہت دیر ہو چکی ہوگی اور ان کی
پیشانی ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی۔

ایک اور آیت میں قیامت کی کچھ اس طرح منظر کشی کی گئی ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ آشَرُوا مَكَانَكُمْ آنَشُمْ
وَشَرَّكَاؤُكُمْ فَرَزِيلَنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شَرَّكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِنَّا نَعْبُدُونَ ۝
فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَفِيلِينَ ۝
هُنَالِكَ تَبَلُّوَا كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ
عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ (اے رسول! اس دن سے ڈراؤ) جس دن ہم
سب کو اکھڑا محشور کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے
بنائے ہوئے خدا کے شریک ذرا اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر ہم باہم ان میں
پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے کہ تم تو ہماری

پرستش نہیں کرتے تھے۔ تو اب ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے واسطے خدا ہی کافی ہے۔ ہم کو تو تمہاری پرستش کی کچھ خبر ہی تھی غرض وہاں ہر شخص جو کچھ اس نے پہلے دنیا میں کیا ہے جانچ لے گا۔ اور وہ سب کے سب اپنے حقیقی مالک خدا کی بارگاہ میں لوٹا کر لائے جائیں گے اور دنیا میں جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے سب ان کے پاس سے غائب ہو جائیں گے۔ (سورہ یونس: آیت ۲۸ تا ۳۰)

اس دن کمزور اور مستکبر دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے:

وَبَرَزُوا إِلَهُ بَجِيْعًا فَقَالَ الْضَّعَفُوا إِلَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ بَئْسًا فَهُلْ آنْتُمْ مُغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَوْ هَدَنَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَرٌ عَنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ فَحِيْصٍ اور قیامت کے دن سب کے سب لوگ خدا کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے تو اس وقت جو لوگ دنیا میں کمزور تھے ان لوگوں سے جو دنیا میں بڑے بنے ہوئے تھے۔ کہیں گے ہم تو بس تمہارے قدم بقدم چلنے والے تھے تو کیا آج تم خدا کے عذاب سے کچھ بھی ہمارے آڑے آسکتے ہو۔ وہ جواب دیں گے کاش خدا ہمیں (نجات کی کوئی) راہ دکھاتا۔ تو ہم بھی تمہیں وہ راہ دکھادیتے۔ خواہ ہم چھینیں چلا جیں، خواہ صبر سے کام لیں دونوں ہمارے لیے برابر ہیں کیونکہ عذاب سے ہمیں چھکارا نہیں۔

(سورہ ابراہیم: آیت ۲۱)

اس دن خطا کار اپنی غلطیوں کو شیطان کے کاندھے پر ڈالنا چاہتے ہوں گے جبکہ خدا شیطان کی اطاعت کرنے سے پہلے ہی منع کر چکا ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَنُ لَهَا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَقْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَنٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُكُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلَوْمُوا أَنفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا آتَشُرْكُتُمُونِ مِنْ قَبْلِ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَبَرِّجُهُ مِنْ نَعْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِيلِيْنَ فِيهَا يَأْذِنُ رَبِّهِمْ تَحْيَيْتُهُمْ فِيهَا سَلَمٌ اور جب روز حساب آپنے گا۔ بدکاروں کے پیشوں شیطان ان سے کہے گا۔ وعدہ وہی سچا ہے جسے اللہ نے تم سے کیا ہے۔ میں نے بھی تم لوگوں سے وعدہ کیا تھا مگر اسے میں نے پورا نہیں کیا اور میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں اپنے راستے کی طرف دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمہاری داد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری داد رسی کر سکتے ہو اور آج سے پہلے جو تم نے مجھے اللہ کا شریک بنارکھا تھا میں اس سے انکار کرتا ہوں ایسے ظالموں کے لیے تو دردناک سزا یقینی ہے۔ اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے اعمال بجا لائے انھیں ایسے باغوں میں رکھا جائے گا جس میں پانی کی ندیاں بہہ رہی ہوں گی اور اپنے کے رب کے حکم سے وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور وہاں ان کا استقبال درود و سلام کے ساتھ ہوگا۔ (ابراهیم: آیت ۲۲ - ۲۳)

پروردگار عالم ہمیں ان لوگوں کی پیروی سے بھی منع فرماتا ہے جو لوگوں کو گناہوں، دوسروں پر ظلم اور قتل و غارت گری پر اکساتے ہیں اللہ

فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والوں سے قیامت کے دن ضرور باز پرس ہوگی۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَتَيْعُوا
سَيِّئَاتِنَا وَلَنَحْمِلْ خَطَائِكُمْ وَمَا هُمْ بِخَلِيلِنَّ مِنْ خَطَائِهِمْ قِنْ شَفَعٌ
إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ○ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْتَلِّنَ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○ اور کفار ایمانداروں سے کہنے لگے کہ
ہمارے طریقے کی پیروی کرو تو قیامت میں تمہارے گناہوں کا بوجھ ہم
اپنے سر لے لیں گے۔ در حالانکہ یہ لوگ ذرا بھی تو ان کے گناہوں کا
بوجھ اٹھانے والے نہیں ہیں یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور قیامت میں یہ
لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ تو یقیناً اٹھائیں گے ہی اور اپنے بوجھ کے
ساتھ جپسیں گمراہ کیا آں (کی گمراہی) کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ اور جو
جھوٹ یہ لوگ گھڑ رہے ہیں قیامت کے دن ان سے ضرور اس کی باز
پرس کی جائے گی۔ (سورہ عنکبوت: آیت ۱۲ - ۱۳)

پس ہمیں اپنے ہر عمل اور اقدام سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں
چاہیے کہ روز قیامت خدا کے حضور ہر سانس کا حساب دینا ہوگا جہاں
سوائے اچھے اعمال کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

موضوع: امام زین العابدین علیہ السلام کی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

ڈاکٹروں کے سجدہ اور رکوع کرنے سے منع کرنے کے باوجود میری یہ خواہش تھی کہ کم از کم جمعہ کی دور رکعت آپ کے ساتھ ادا کروں اور خدا سے آپ تمام برا در ان کی کامیابی کے لیے دعا کر سکوں۔ ساتھ ہی اپنی بیماری اور کمزوری پر آپ تمام برا در ان ایمانی کی تشویش کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ خدا نے چاہا تو آپ کے درمیان رہتے ہوئے دین محمد و آل محمد کی تبلیغ و ترویج کرتا رہوں گا۔

متعدد کمالات کی حامل شخصیت

۲۵ رمحمن خاندان عصمت و طہارت کے چوتھے تابناک ستارے امام زین العابدین علیہ السلام کا یوم شہادت ہے۔ آپ کربلا کے اندوہناک واقعات میں اپنے بابا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے اور ان تمام واقعات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے اس لیے کہ آپ اس عظیم قربانی کے مقاصد اور اسرار سے بخوبی واقف تھے اور

آپ ہی نے آنے والی نسلوں کے لیے کربلا کی یاد کے مراسم کی بنیاد ڈالی۔ امام زین العابدین علیہ السلام ہر وقت اور ہر جگہ لوگوں کے سامنے کربلا کے مظالم بیان فرماتے اور گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔ اس طرح آپ چاہتے تھے کہ لوگ ان مظالم کا انتقام لینے اور انقلاب برپا کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں تاکہ آئندہ اگر کوئی اسی طرح کے مظالم ڈھانا چاہے تو اس کا سد باب کر سکیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور آپ کے بعد ائمہ کی پوری کوشش یہ رہتی تھی کہ قیام عاشورا کسی خاص زمانہ یا کسی خاص علاقے کا واقعہ بن کر محدود نہ ہو جائے بلکہ اس کا پیغام قیامت تک کے انسانوں تک پہنچ جائے۔ لہذا جب بھی لوگوں کے درمیان کربلا اور عاشورا کا ذکر آتا آپ بلند آواز کے ساتھ گریہ کرتے تھے۔

آپ کا اس طرح سے گریہ کرنا ذاتی جذبات کی وجہ سے نہیں تھا۔ اگرچہ تمام انسانوں میں جذبات فطری طور پر ہوتے ہیں حتیٰ کہ حضور اکرم نے بھی اپنے فرزند ابراہیم کی رحلت پر گریہ کیا اور فرمایا:

تَدْمِعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا تَقُولُ مَا لَا يَرِضِي اللَّهُ أَنْهِيْس
روتی اور دل مغموم ہے مگر ہم وہ بات نہیں کرتے جس سے خدا راضی نہ ہو۔
امام زین العابدین علیہ السلام چاہتے تھے کہ اسلامی اقدار عام ہوں اور جن لوگوں کے دل عاشورا کی یاد سے مغموم ہیں۔ انھیں قیام حسینؑ کے آفاقی پیغام کے ذریعے سے اسلامی اقدار، عقائد، اصول و نظریات کی تعلیم سے منور کریں۔

م اور انسانی حقوق

امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد وہ اولین فرد تھے جنہوں نے قلم و زبان کے ذریعہ سے انسانی حقوق کی اہمیت پر زور دیا۔ چاہے وہ حقوق ہمارے اپنی ذات سے متعلق ہوں یا اپنے رب سے یا ان انسانوں سے متعلق ہوں جو ہمارے اردوگرد زندگی گزارتے ہیں۔

آپ نے اقوام متحده کے مسودہ قانون حقوق انسانی (Charter of Human Right) سے کئی نوسال قبل اپنی کتاب "حقوق" میں اسلامی نقطہ نظر سے ایک مسلمان کے اپنی پوری زندگی میں معاشرت کے حقوق و فرائض کو درج فرمایا ہے۔

دعاوں کے ذریعہ تعلیم و تربیت

جب ہم صحیفہ سجادیہ یا دوسری دعاوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کو خدا کی وحدانیت، فرشتوں اور قیامت کے برق ہونے اور اسلامی عقائد و نظریات کی تعلیم دیتے ہوئے پاتے ہیں لیکن یہ ایک انتہائی افسوسناک امر ہے کہ عام مسلمان حتیٰ کہ ان کے چاہنے والے بھی ان دعاوں کا تفصیلی مطالعہ کرنے، اور وہ تعلیمی ادارے جو روحانی مرکز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کتابوں کو اپنے نصاب میں شامل کرنے سے قاصر ہیں۔

سید الساجدین

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ خدا کے

ساتھ راز و نیاز اور عبادت میں گزارا اسی وجہ سے آپ کو ”سید الساجدین“ کا لقب ملا۔

عبدات کے ساتھ ساتھ آپ لوگوں کے دنیا، سیاسی اور سماجی مسائل کا حل بھی بیان فرماتے تھے اور اس زمانے کے بدترین سیاسی حالات میں بھی اپنے ماننے والوں کی اخلاقی اور سیاسی تربیت کرتے رہے ہیں۔

ستم ظرفی یہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام ایک بہترین رہنماء، معلم اخلاق اور پیشووا (جو کہ امام معصوم کی خصوصیات میں سے ہے) ہونے کے باوجود آپ صرف عبادت کے پہلو سے (یعنی سید الساجدین) مانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

غلاموں کو آزاد کرنے والا

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے وقف کر دی تھی۔ اگرچہ اسلام انسانوں کو غلام بنانے کو جائز نہیں سمجھتا مگر یہ ایک حقیقت ہے جس کا اسلام سے قل اور اوائل اسلام میں روایج تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سینکڑوں غلام خریدتے اور انھیں تعلیم و تربیت دیتے اور حج کے موقع پران سے حاجیوں کی خدمت کراتے اور آخر میں ایک خطریر قم دے کر آزاد کر دیتے تھے۔ اس طرح غلامی کی لعنت کو ختم کرنے کی آپ نے حتی الامکان کوشش کی۔

علاوہ بریں آپ ایک عظیم رہنماء، معلم اور بہترین انسان دوست

تھے، صبر اور معاف کرنے میں آپ کی مثال نہیں ملتی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی شرافت اور اعلیٰ ظرفی کا ایک نمونہ آپ کا مروان بن حکم کے بچوں کو پناہ دینا تھا۔ مدینہ میں بنی امیہ کے خلاف جب بغاوت ہوئی تو مدینہ کے زعماء نے مروان بن حکم کے بچوں کو پناہ دینے سے انکار کیا تو امام زین العابدین علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے ان بچوں کو پناہ دی اور قتل ہونے سے بچایا۔

امام کے اس کردار کی اہمیت کو جانتے کے لیے ہمیں تاریخ پر نظر کرنی پڑے گی۔ یہ وہی مروان ہے جس نے مدینہ کے گورنر کو یزید کی بیعت نہ کرنے کی صورت میں امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ آپ کی حیات طیبہ سے مlix چند مثالیں ہیں جن سے اسلامی اقدار کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے فرائیں سے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جن سے ہمارے علم میں اضافہ اور اسلامی اقدار کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے :

أَرْبَعَ مِنْ كُنْ فِيهِ كَمْلَ إِسْلَامُهُ وَ مُحِصَّتُ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَ لَقِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ هُوَ عَنْهُ زَاضٍ : مَنْ وَفَى بِالْمُوعَذَ وَ جَلَّ بِمَا يَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهِ لِلثَّالِثِ وَ صَدَقَ لِسَانَةً مَعَ الثَّالِسِ وَ اسْتَخْيَى مِنْ كُلِّ قَبِيْحٍ عِنْدَ اللَّهِ وَ عِنْدَ الْثَّالِسِ وَ حَسْنَ خُلُقَةً مَعَ أَهْلِهِ اگر کسی میں یہ چار صفات پائی جائیں تو اس کا اسلام کامل، اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور روز

آخرت اپنے رب سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے راضی ہوگا۔ وہ چار صفات یہ ہیں:

- (۱) جو لوگوں سے کیا ہوا وعدہ اللہ کی خاطر پورا کرے۔
- (۲) لوگوں سے ہمیشہ سچائی سے پیش آئے۔
- (۳) کوئی بھی گناہ کرتے وقت اللہ اور لوگوں سے شرم محسوس کرے۔
- (۴) اپنے بیوی بچوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے۔

ایک اور مقام پر امام زین العابدین علیہ السلام اپنے مومن بھائیوں کے حق میں ان کی غیر موجودگی میں دعا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ إِذَا سَمِعُوا الْمُؤْمِنَ يَدْعُونَ لِأَخِيهِ فِي ظُهُرِ الْغَنِيَّبِ أَوْ يَدْعُونَ لِبَخِيَّرٍ، قَالُوا إِنَّمَا الْأَخْرَى لَا يَخِيَّكُمْ، تَدْعُونَ لَهُ بِالْخَيْرِ وَهُوَ غَايَبٌ عَنْكُمْ وَ تَدْعُونَ لَهُ بِالْخَيْرِ، قَدْ أَعْظَمَ اللَّهُ مِثْلَهُ مَا سَأَلَتْهُ وَ أَثْنَى عَلَيْكُمْ مِثْلَهُ مَا أَثْنَيْتُ عَلَيْهِ وَ لَكُمُ الْفَضْلُ عَلَيْهِ، وَ إِذَا سَمِعُوهُ يَدْعُوكُمْ أَخَاهُ بِسُوءٍ وَ يَدْعُوكُمْ عَلَيْهِ قَالُوا: بِئْسَ الْأَخْرَى لَا يَخِيَّكُمْ، كَفِ أَيْهَا الْمُسِرَّةُ عَلَى ذُنُوبِهِ وَ عَوْرَتِهِ وَ احْمَدِ اللَّهَ الَّذِي سَرَّ عَلَيْكُمْ وَ اعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِعِبَادِهِ فَرَشَتْ جَبَ کسی مومن کو اپنے مومن بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتے یا اس کی تعریف کرتے ہوئے پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے مومن تم اپنے مومن بھائی کے کتنے اچھے بھائی ہو کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے لیے دعا اور اس کی تعریف کرتے ہو۔ جو تم نے اپنے مومن بھائی کے لیے مانگا بے شک خدا و نہ اس کا دو برابر تمہیں عطا کر رہا ہے، جو نہ جتو نہ مرمٹا کر۔

دو گنی تعریف خدا تمہاری کرے گا اور تمہیں اس پر فضیلت حاصل ہے اور جب فرشتے کسی مومن کو اپنے دوسرا مومن بھائی کی برائی کرتے یا اس کے لیے بدعا کرتے ہوئے پاتے ہیں تو کہتے ہیں : تم کتنے بڑے بھائی ہو، اپنے مومن بھائی کی برا یوں کو آشکارا اور اس کے عیبوں کو بیان مت کرو اور خدا کی حمد بجا لاؤ کیونکہ اس نے تمہاری خامیوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور جان لو کہ خدا اپنے بندوں سے بہترین واقف ہے۔

یہی اہلیت کی تعلیمات اور یہی ان کا راستا ہے اور اگر کوئی ان کا اتباع کرنا چاہتا ہے تو پہلے ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے پھر ان کے بتائے ہوئے راستے پر اپنے آپ کو گامزن کرے۔

امام زین العابدین علیہ السلام ہم سے فرماتے ہیں :

أَجِبُّونَا حُبَّ الْإِسْلَامِ ہم (ahl-e-hadith) سے اسلام کی خاطر محبت کرو یعنی ہمارا ان سے ایسا اسلامی رشتہ ہونا چاہیے جس کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر مبنی ہو۔

ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کردار و گفتار دونوں کے لحاظ سے اپنے ماننے والوں میں سے قرار دے۔ وہی سب سے زیادہ مہربان ہے۔ آمین بحق محمد و آلہ الطیبین الطاہرین

موضوع: امام جعفر صادق علیہ السلام کا غسلیم پیکر

پنجہ لٹھ تو تختنی ٹو جیجو ۰

در، شوال بانی مکہ بھبھ جعفری، پیکر عالم رام جعفر صادق علیہ السلام کا یوم شہادت ہے۔ وہ امام جنم کی تعلیمات سے نہ صرف آپ کے مانتے والے بلکہ غیر مسلم بھائیوں فیض حاصل کرتے تھے۔

آپ نے پیغمبر اکرم ﷺ اور اپنے ماقبل ائمہ علامہ عالم کی تعلیمات کو عام کیا۔ آپ کی صداقت کا ہر کوئی قائل تھا۔ آپ عظمت کی اتنی بلندی پر تھے کہ غیر مسلم بھی آپ کو اپنا روحانی پیشوامانے تھے اور جو بھی آپ سے ایک بار مٹا آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

امام اور تبلیغ دین

امام جعفر صادق علیہ السلام ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ آپ جب کبھی مسجد الحرام میں تشریف فرما ہوتے کعبہ کے پاس سے گزرنے والے ہر فرد سے اسلام کی حقانیت اور صداقت پر بات کرتے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے۔ آپ غیر مسلموں سے بھی کھا دل کے ساتھ ملتے اور ان کے مسائل کا حل بیان فرماتے۔ آپ ہر

ایک سے محل مل جاتے اور لوگوں کی رہنمائی اور آن کو راہ راست پر لانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانتے دیتے۔ آپ بے حد بُردار تھے۔ جو لوگ آپ کو شکیف پہنچاتے آپ ان سے بھی مسکرا کر لختے اور انھیں معاف فرمادیتے تھے۔

سلسلہ امامت میں امام جعفر صادق الشّفیع کا مقام آپ کے پاکیزہ کردار کی وجہ سے ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ معاشرے کا ہر فرد، چاہے اس کا تعلق خواص سے ہو یا فقہاء و متكلمین سے اور عام مسلمانوں سے ہو یا غیر مسلموں سے، سب کو بتلاجیں کہ اسلام ایک جامع دین ہے۔ یہ دین اپنے دامن میں زندگی کے تمام پہلوؤں کے سائل کا حل رکھتا ہے اور کوئی ایسا مسئلہ موجود نہیں کہ جس کے بارے میں لوگ جانتا چاہیں اور اسلام کے پاس اُس کا جواب نہ ہو۔

اس کے علاوہ آپ اپنے شیعوں کو متعدد رکھنے اور انھیں مخالفین کے ظلم اور تشدد سے بچانے کے لیے ون رات کوشش کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تقیہ کی تاکید فرمائی۔ اس حکم کی بنا پر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ امام نے تقیہ کا حکم دے کر لوگوں کو مذہب الہبیت سے دور کیا۔ نہیں! بلکہ تقیہ کا حکم دے کر آپ نے نہ صرف اپنے ماننے والوں کو دشمنوں کے سخت ترین مظالم سے بچایا بلکہ مذہب حق کی قیامت تک کے لیے حفاظت کا بندوقست بھی کیا۔

یہی وجہ تھی کہ آپ اشتغال انگیزی کے سخت خلاف تھے اور اپنے ماننے والوں سے فرماتے تھے کہ ہمیں پہلے غور کرنا چاہیے کہ کون سا راستا

ذنب کے قوم کے لیے زیادہ مناسب ہے جو کہ عجم اس کا انتساب
کر سکتی ہوئی وہی طریقہ ہے جو عجیبراً اگر مسلمان نے محنت کے موقع پر
ایسا ہوا۔ آپ نے تندو کے بھائے اُس کا مانتا اپنا یا اور اسلام کی
خدمات کو پر اُن طریقے سے زیادہ واؤں تک پہنچانے میں
کمیاب ہو گئے یعنی محنت کی وجہ سے کوت ہوئے مدحت عجیبراً کرم
کی ادائیگی کرتے ہیں۔ اُن کے فرمان میں عجینہ عجیبراً اگر مسلمان کے فرمان
ہے۔ البذا حس چاہیے کہ زندگی کے تمام یہ شوہین خاص طور پر ان مسائل
میں جن سے آج کا سو شرو و و پورا ہے جسے ہر جگہ جھوٹ کا بازدھ کرم
ہے اور غرتوں و غرتوں کا دور دوڑہ ہے، الیس وقت میں اُن عجیبم السلام کی
خدمات اور فرمان پر عمل ہوا جوں آئیے و میختے ہیں کہ اُنہوں جعفر صدق
الیس ملتے واؤں کو کیا فتح فرماتے ہیں:

آپ کا فرمان ہے کہ عجیبراً کرم علیہ السلام نے فرمایا: **أَنْظِمْ لِلَّهِ اِنْدَلْلَوْكَمَ الْقِبَّةَ مَوْأِيْلَهُ فِي الْكَعْدَةِ يَلْتَعِيْلَهُ لِتَعْلِيْهِ**
یعنی اللہ کی تحریق و فتح و رینانی کی خاطر بہت زیادہ حق و کوشش
کرنے والا ہے اس کا قیامت کے دن اللہ کے خود یہ سب سے بند
مرتب ہو گکہ یا تو رب عجیبراً اگر مسلمانوں نے اس حدیث میں فتح کا ذکر کر
تے ہوئے یا تھس فرمادی کہ مسلمانوں کو فتح کرے بلکہ اُن توں کو فتح
کرنے کی بات کی ہے۔ البذا حس چاہیے کہ اُنہوں اور اُنہیں سے محبت
کرنے سمجھیں اور یاد رکھوں اُنہوں سے کسی قسم کی تغیرت اور حدیث کا
منظمه ہو دیکھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے کوششیں کرنے کی وجہ سے ہی قیامت میں اعلیٰ مقام ملتا ہے۔ اس سے اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خدا کی نظر میں انسان کی کس قدر اہمیت ہے۔ امام جعفر صادق اللہ علیہ السلام پیغمبر اکرم صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

مَنْ سَعَىٰ فِي حَاجَةٍ أَخِيهُ الْمُؤْمِنُ فَلَمْ يُنَاصِحْهُ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

جس نے اپنے مومن بھائی کی حاجت روائی تو کی لیکن اسے (اچھی بات کی) نصیحت نہ کی تو اس نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔

امام جعفر صادق اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ **عَلَيْكُمْ بِالنُّصْحِ إِذْنُهُ فِي خَلْقِهِ**
فَلَنْ تَلْقَاهُ بِعَمَلٍ أَفْضَلَ مِنْهُ تم پر خدا کی خاطر اس کی مخلوق کو نصیحت و رہنمائی کرنا لازم ہے پس جو دوسروں کو اچھے عمل کی نصیحت کرتا ہے وہ اس عمل سے بہتر ہے۔

امام جعفر صادق اللہ علیہ السلام چاہتے ہیں کہ مسلمان اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ایک ایسے اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لائیں کہ جس میں باہمی نصیحت و ایمانداری عام ہو اور خاص طور پر قوی سطح پر سیاسی اور سماجی معاملات میں ہدایات اور نصیحتوں کے ذریعہ سے باہمی نفترتوں اور اختلافات کو معاشرے سے دور کرنے اور دلوں کو نفترتوں کے بجائے محبتتوں سے پرکرنے کا جذبہ دلوں میں موجود ہو۔ اس لیے کہ جس دل میں نفترتیں ہی نفترتیں ہوں وہ شیطان کا آماجگاہ بن جاتا ہے۔

امام فرماتے ہیں کہ خدا شراب نوشی اور جوئے سے اس لیے منع

نفرت چاہے قوم پرستی کی بنیاد پر ہو یا فقہ پرستی کی شکل میں ہمیں ہر حال میں اس سے بچنا ہے۔

اہلیت کی اطاعت کا طریقہ یہ نہیں کہ صرف ان کی ولادت اور شہادت کے ایام کو زور و شور سے منا سکیں اور محرم کی مجالس میں شرکت کریں بلکہ ان کی اطاعت سے مراد یہ ہے کہ کردار و عمل میں ان کی پیروی کی جائے۔ امام محمد باقر علیہ کام فرمان ہے کہ **أَفَيَكُفِّرُونَ مَنْ يَنْتَجِلُ التَّشِيعَ أَنْ يَقُولَ إِنِّي أَحِبُّ عَلِيًّا وَأَتُوَلَّهُ، ثُمَّ لَا يَكُونُ فَعَالًا فَرَسُولُ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنْ عَلِيٍّ، أَخْبِسْ بِالرَّجُلِ أَنْ يَقُولَ أَحِبُّ رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ لَا يَعْمَلُ بِسُنْتِهِ، مَنْ كَانَ وَلِيًّا لِلَّهِ فَهُوَ لَنَا وَلِيٌّ وَمَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ فَهُوَ لَنَا عَدُوٌّ، وَاللَّهُمَا تَنَالْ إِلَّا بِالْوَرَعِ كِيَا شیعہ ہونے کے لیے یہی دعویٰ کافی ہے کہ میں امام علیؑ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کو دوست رکھتا ہوں، مگر وہ بے عمل ہو۔ (یاد رکھو!) پیغمبر اکرم ﷺ، امام علیؑ سے بہر حال افضل ہیں۔ کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی محبت کا دعویدار تو ہو اور پھر آپ کی سنت پر عمل پیرانہ ہو؟ (لہذا شیعہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کرے) کیونکہ جو کوئی خدا کا دوست ہے وہ ہمارا بھی دوست ہے اور جو خدا کا دشمن ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ خدا کی قسم! ہماری ولایت سوائے تقویٰ و پرہیزگاری کے حاصل نہ ہوگی۔**

لہذا ہمیں قیامت کے دن خدا کے حضور حاضری کو یاد کرتے ہوئے، اس دن کے لیے آج سے ہی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔

موضوع: امام علی رضا علیہ السلام کی تعلیمات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اگر ذی قعدہ ہمارے آٹھویں امام علی رضا علیہ السلام کا یوم ولادت ہے اور ہم انہم طاہرین کے ایام ولادت کو عید کے طور پر مناتے ہیں مگر اس لیے نہیں کہ یہ ہستیاں تاریخ کی نامور شخصیات تحسیں بلکہ اس لیے مناتے ہیں کہ انہم اطہار اور آن کی تعلیمات ہماری زندگی کا جز بنتیں۔

یہ حقیقت ہے کہ امامت اسلام میں نبوت و رسالت کا تسلسل ہے اور قیامت تک کے لیے ہے تو یہ قیامت تک آنے والے لوگوں کی اسلامی عقائد، نظریات اور تعلیمات کی طرف رہنمائی کرتی رہے گی۔

امام علی رضا علیہ السلام کا ایک قول نقل کرنا چاہتے ہیں جو کسی خاص زمان و مکان کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر دور اور ہر علاقہ کے لیے ہے۔

روایت میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام جب خراسان کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں آپ کے چاہنے والوں اور احادیث نقل کرنے والوں نے آپ کو روک کر آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش ظاہر کی تو امام نے روایت کے انداز میں گفتگو شروع کی اور فرمایا: حَدَّثَنِي أَنِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرٍ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَلَى بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنِ
بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَلَى بْنُ أَبِي ظَالِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي رَسُولُ اللَّهِ عَنْ
جِبْرِيلَ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: كَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ
حِصْنِي أَمِنَ فَمَنْ عَذَابِي مَيْرَے والدِ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ نَے مجھ سے فرمایا کہ
ان سے ان کے والد جعفر بن محمد نے، ان سے ان کے والد محمد بن علی
نے، ان سے ان کے والد علی بن حسین نے، ان سے ان کے والد حسین
بن علی نے، ان سے ان کے والد علی ابن ابی طالب نے، ان سے پیغمبر
نے فرمایا اور ان سے جبریل نے اور جبریل سے خدا نے فرمایا کہ کلمہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میرا قلعہ ہے اور جو کوئی بھی اس قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے
عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

اس کلام کے ذریعہ اللہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ انسان کے تمام اعمال کی
بنیاد و محور خود ذات الہی ہونا چاہیے۔ خدا کی وحدانیت کا مطلب یہ ہے کہ
خدا کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور ہمیں اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت
نہیں کرنی۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے اور
پیغمبر ﷺ وہی بات کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے وہی کے ذریعہ آپ
پر نازل ہوتی ہے اور خدا کا حکم بھی یہی ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے
ورنہ ہماری ان عظیم ہستیوں سے کوئی ذاتی تعلق یا رشتہ داری نہیں ہے۔

ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت اس لیے کرتے ہیں کہ آپ
خدا کے پیغمبر ہیں اور انہے کی اطاعت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ خدا
کے منتخب بندے ہیں اور پیغمبر اکرم ﷺ کے جانشین ہیں۔ دراصل یہ پورا

سلسلہ خدا کی اطاعت کی خاطر ہے۔ اس اصول کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے : إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ فُلْمَ أَسْتَقَامُوا وَهُوَ لَوْكٌ جِنْهُوْنَ نَسْجَعَ سَچے دل سے کہا کہ ہمارا پروردگار تو بس خدا ہے۔ پھر وہ اس پر قائم بھی رہے۔ اس دنیا میں ثابت قدم رہنے سے مراد خدا کے پیغمبر ﷺ اور آخرت پر ایمان لانا ہے اور خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے جانشینوں (انہم) کی اطاعت بھی واجب ہو جاتی ہے۔

فرمان الہی ہے : فَلَا وَرَبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْتَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا قَمِّا قَضَيْتَ وَلَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا نہیں (اے محمد) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ کبھی سچے مومن نہ ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنالیں۔ پھر یہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح دل نگ بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اس کو مان لیں۔ (سورہ نساء : آیت ۶۵)

دوسری آیت میں ہے : وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنِينَ وَلَا مُؤْمِنَاتِإِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا اور نہ کسی ایماندار مرد کو یہ مناسب ہے اور نہ کسی ایماندار عورت کو کہ جب خدا اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہو اور یاد رہے کہ جس شخص نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ یقیناً کھلی گراہی میں بتلا ہو چکا۔ (سورہ احزاب : آیت ۳۶)

وہ لوگ جو ایمان کے پکے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو برابر سمجھیں اور اس پر بھی ایمان رکھیں کہ دنیا کی ہر چیز اور ہر شئی کا تعلق اور نسبت ذات واجب الوجوب ہی سے ہے اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں پائیں گے۔

سورہ حم سجدہ آیت ۳۰ تا ۳۲ میں ہے کہ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَنَزَّلَ عَلَيْهِمُ الْمِلِّكَةُ أَلَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○ نَحْنُ أُولَئِئُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشَهَّدُ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ○ نُزِّلَ لِمَنْ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ یقیناً جن لوگوں نے سچے دل سے کہا کہ ہمارا پروردگار تو بس خدا ہے اور پھر وہ اسی پر ثابت قدم بھی رہے۔ یقیناً ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ خوف ٹھاؤ اور نہ غم کرو اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کی تمہیں بشارت ہو۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہوں گے۔ اور وہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا تمہارے واسطے موجود ہوگی اور جو چیز طلب کرو گے وہاں تمہارے لیے حاضر ہوگی۔ یہ بخششے والے مہربان خدا کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے مزید فرمایا : پَسْرُ طَهَا وَ شُرُوطَهَا وَ آنَا مِنْ شُرُوطِهَا جو لوگ خدا کی وحدانیت پر تمام شرائط کے ساتھ ایمان لاتے ہیں تو ان شرائط میں سے ایک ہم ائمہ کی امامت ہے اور یہی لوگ خدا کے بتائے ہوئے سید ہے راستے پر چلنے والے سچے مومن ہیں۔

ایک اور واقعے میں امام علی رضا علیہ السلام کے کسی صحابی نے جب اپنے درپیش سائل کے بارے میں عرض کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اصیڈ
 فَإِنَّ أَرْجُو أَنْ يَصْنَعَ اللَّهُ لَكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَوَاللَّهِ مَا أَدْخَرَ اللَّهُ عَنِ
 الْمُؤْمِنِينَ مِنْ هَذِهِ الدُّنْيَا خَيْرٌ لَهُ مِثْلًا عِجْلٌ لَهُ فِيهَا، أَئِنَّ شَيْءًا هُنَّ
 صَاحِبُ التَّقْعِيدَ عَلَى حَظْرٍ، إِنَّهُ يَجْبُ عَلَيْهِ حُقُوقُ اللَّهِ فِيهَا، وَاللَّهُ أَنَّهُ
 لَيَكُونَ عَلَى التَّقْعِيدِ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا أَزَالَ مِنْهَا عَلَى وَجْلٍ، حَتَّى
 أُخْرِجَ مِنَ الْحُقُوقِ الَّتِي تَجْبُ يَلْوُ عَلَى، قُلْتُ: جُعِلْتُ فِي ذَلِكَ أَنْتَ فِي
 قَدْرِكَ تَخَافُ هَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَحْمَدَ رَبِّي عَلَى مَا مَأْمَنَ بِهِ عَلَى صَبْرِ سَهْلِ
 لَوْمَجْهَهُ امْسِيدَ ہے کہ خدا تمہاری مشکلات کو کم کر دے گا۔ خدا کی قسم! اس
 نے جو چیز مونوں کے لیے آخرت میں ذخیرہ کرنے کا وعدہ کیا ہے اور جو
 کچھ اس نے دوسروں کو اس دنیا میں عطا کیا ہے اس سے وہ بہتر ہے۔
 اس دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جو لوگ امیر ہیں اور خدا کے فرمان
 کے مطابق غریبوں کا حق ادا نہیں کرتے وہ سخت گھائے میں ہیں۔ خدا کی
 قسم میں اس وقت تک ان نعمتوں کے بارے میں جو خدا نے مجھے عطا کی
 ہیں پریشان رہتا ہوں جب تک ان کو خدا کے بتائے ہوئے حکم کے
 مطابق غریبوں تک نہ پہنچا دوں۔ صحابی نے حیران ہو کر عرض کیا: اے
 فرزند رسول! کیا آپ بھی اپنے انجام خوف زدہ ہوتے ہیں؟ امام نے
 فرمایا: ہاں! خدا نے مجھ پر جوانعامت کئے ہیں اس پر میں خدا کا شکر ادا
 کرتا ہوں۔

جن لوگوں کو خدا نے دولت دی ہے وہ خدا کا شکر ادا نہیں کرتے وہ

یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ذہین ہیں اور ہم اپنی محنت اور کوششوں سے امیر ہوئے ہیں اسی لیے وہ غریبوں کا حق ادا نہیں کرتے۔ خداوند نے جس طرح مال کی زکات فرض کی ہے اسی طرح علم اور عہدے کی زکات بھی لازم کی ہے اور جو شخص خمس وزکات کے سلسلے میں خدا کے حکم کو نہیں مانتا، چاہے اس کا تعلق معاشرے کے کسی بھی طبقے سے ہو، وہ چور ہے کیونکہ وہ غریبوں اور تبیموں کا حق غصب کرتا ہے۔ ایسے لوگ خمس وزکات کی عدم ادا ایگی کے جواز میں یہ عذر تراشتے ہیں کہ ہمیں اپنے بچوں کی غربت کا خوف اس کی ادا ایگی سے روکتا ہے مگر افسوس! یہ لوگ جہنم کی آگ کا کوئی خوف محسوس نہیں کرتے۔

باطل نظریات کی تصحیح

امام علی رضا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر خلیفہ مامون عباسی کے جانشین بنے مگر امام کو یہ منصب قبول کرنے کے لیے مامون نے مجبور کیا تھا۔ امام نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کو کام کرنے نہیں دیا جائے گا ولی عہدی قبول کی مگر آپ نے اسلام کی تبلیغ اور ترویج کے لیے اس موقع سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔ ایسا موقع آپ سے پہلے اور بعد میں آنے والے ائمہ کو میسر نہیں آیا۔

ایک دفعہ جب آپ خراسان میں تھے تو صوفیوں کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ قوم کو قیادت اور رہبری کے لیے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو پہنچا پرانا لباس پہنتا ہو، سادہ غذا کھاتا ہو اور گدھے پر سوار ہو کر مریضوں کی عیادت کرتا پھرے۔

امام نے ان کے اس عقیدے کی درستگی کی اور فرمایا: ﴿كَانَ يُوسُفُ نَبِيًّا يَأْلَمُ بِهِ أَقْبِيَةُ الدِّيَنِ﴾ جَالْمُزَرَّرَةِ بِالذَّهَبِ وَيَجْلِسُ عَلَى مُتَّكَابَاتِ الْفِرْعَوْنِ وَيَحْكُمُ، إِنَّمَا يُرِيدُ مِنَ الْإِمَامِ قِسْطَةً وَعَدْلَةً، إِذَا قَالَ صَدَقَ وَإِذَا حَكَمَ عَدْلًا وَإِذَا وَعَدَ أَنْجَزَ حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی تھے مگر سونے سے سلے ہوئے دیباچ کا قیمتی لباس پہننے تھے اور عزیز مصر کی جانب سے تخت نشین ہوئے اور حکم چلاتے تھے۔ امام سے مقصود اس کا عدل و انصاف والا ہوتا ہے (یعنی جو کام بھی امام کرے وہی عین عدل ہوتا ہے)۔ امام جب بولتا ہے تو بیچ بولتا ہے۔ اگر حکم کرتا ہے تو انصاف کرتا ہے اور اگر کوئی وعدہ کرتا ہے تو وفا کرتا ہے۔

اس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ جب ہم کسی کو اپنا رہنماء منتخب کریں تو ہمیں ان کی شکل و صورت سے نہیں، بلکہ اُس کی صداقت اور عدالت کو پرکھنا چاہیے۔

یہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی تعلیمات سے چند اقتباسات ہیں جو ہمیں بقیہ ائمہ کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ انھیں اپناتے ہوئے اپنی زندگیوں کو منور کرتا ہے۔ الہبیتؑ کے حقیقی مانے والے صرف ان کی ولادت کے ایام میں خوشی اور شہادت پر غم نہیں مناتے بلکہ اسلام تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بقولِ اعْتِقادِ الْقُلُوبِ وَاعْتِرَافِ الْلِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ دل سے یقین زبان سے اقرار اور اركان اسلامی کی اعضاء و جوارح سے عملی پیروی کا نام ہے۔

موضوع: تمام آسمانی ادیان کا مقصد قیام عدل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا تَنَزَّلُنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْبَيِّنَاتَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
ہم نے پہلے بھی اپنے خالص بندوں کو واضح نشاینوں کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اور میزان۔ اچھے اور بُرے کی پیچان کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔ (سورہ حید: آیت ۲۵)

اس آیت میں خداوند عالم یہ فرماتا چاہتا ہے کہ تمام انبیائے الٰہی چاہے وہ صاحب کتاب ہوں یا بغیر کتاب کے مبووث ہوئے ہوں سب کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے ”معاشرے میں عدل کا قیام۔“ عدل ہی ہے جو انسانی معاشرے میں توازن قائم رکھتا ہے۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے۔ چاہے اس حق کا تعلق اس کی انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے۔

ہمارا دین ہمیں بتاتا ہے کہ خدا نے بندوں پر کچھ اپنے حقوق رکھے

ہیں اور پھر بندوں کے ایک دوسرے پر بھی کچھ حقوق رکھے ہیں۔

خدا کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ اس کی وحدانیت پر ایمان لائے اور اس کی عبادت اور اطاعت کرے۔ اگر آپ خدا کے حقوق ادا کرتے ہیں تو آپ خدا کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو گویا خدا کے ساتھ ظلم کرتے ہیں۔

اس کے بعد بندے کا اپنے آپ سے انصاف کا سلوک ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ بندہ اپنے آپ سے بھی انصاف کرے یعنی کوئی ایسا کام نہ کرے جو اس کے اپنے لیے نقصان یا ضرر کا باعث بنے۔

کسی کو یہ حق حاصل نہیں کرو وہ اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچائے۔ اسی لیے اسلام نے شراب پینے اور نشہ کرنے کی اجازت نہیں دی تاکہ اس کے جسم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

اسی طرح سے کسی کو اجازت نہیں کرو اپنی زندگی کا چراغ گل کر دے اگرچہ کسی سخت مصیبت یا بیماری سے نجات پانے کے لیے ہی کیوں نہ ہو جے مغرب والے ”قابلِ رحم قتل“ کا نام دیتے ہیں۔

اسی طرح مذہب ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ کوئی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے ایسا عمل انعام دے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہو۔

اس لیے خداوند کریم قرآن مجید کی متعدد آیات میں فرماتا ہے : وَمَا ظَلَمَنَهُمْ وَلَكِنَ كَانُوا أَنفَسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن پر ہم نہیں بلکہ وہ خود ظلم کرتے ہیں۔ (سورہ نحل : آیت ۱۱۸)

اور خدا یہ بھی نہیں چاہتا کہ ہم دوسرے انسانوں پر ظلم کریں۔ چاہے

ان کا تعلق اپنے خاندان سے ہو جیسے والدین، شوہر، بیوی، بچے یا معاشرے کے دیگر افراد سے ہو۔

اسی لیے قرآن کریم کہتا ہے کہ تمام ادیان بھیجنے کا مقصد یہ ہے انسان انصاف پسند بنے۔ قرآن یہاں تک کہتا ہے کہ ہمیں اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ویسا ہی انصاف کرنا چاہیے جس طرح اپنے دوستوں کے ساتھ ہمارا رویہ ہوتا ہے۔

جب بات انصاف کی آتی ہے تو اس میں مومن اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کسی کافر پر کوئی مومن ظلم کرتا ہے تو آپ پر اس کافر کو انصاف فراہم کرنا لازمی ہے۔

لہذا ہمیں قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت دونوں کی بجلائی ہے۔

عدل و انصاف کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے فائدے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کے ساتھ ظلم کرتے ہیں۔ تو درحقیقت اپنے ساتھ ہی ظلم کرتے ہیں اور اگر انصاف سے پیش آتے ہیں تو نہ اپنے حق کو ضائع کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو حقوق سے محروم کرتے ہیں۔

عمومی اور عوامی سطح پر حاکموں کا اپنی رعایا اور لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف معاشرے میں امن و امان کی ضمانت ہے۔

عدل و انصاف کے آخری فائدے

دنیا میں انصاف کرنے والے جنت میں اعلیٰ مقام پاتے ہیں اور

خوشنودی معبود انہیں حاصل ہوتی ہے۔ عدل و النصف کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے : **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُوْنُوا قَوْمِينَ بِالْقِسْطِ شَهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبَيْنَ إِنَّ يَكْنُ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًّا فَإِنَّ اللَّهَ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَبَعِّو الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ يَعْلَمُ مِمَّا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا** ۱۴۵ اے ایمان والو! مضبوطی کے ساتھ النصف پر قائم رہو اور خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ یہ گواہی خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے قرابت داروں کے نقصان میں ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ معاملہ کے فریق ماں دار ہوں یا غریب۔ کیونکہ خدا تو ان پر (تم سے) زیادہ مہربان ہے۔ تم حق کو چھپانے میں خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو۔ اور اگر گھما پھرا کے گواہی دو گے یا بالکل انکار کرو گے۔ تو جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۴۵)

جب آپ سے کسی معاملے میں گواہی دینے کے لیے کہا جائے تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر حقیقت کے مطابق گواہی دیں۔ یہ انتہائی برجی بات ہے کہ خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے جھوٹی گواہی دی جائے۔

اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں یوں ارشاد فرماتا ہے : **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُوْنُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شَهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِي مَغَنِمَةً شَنَآنُ قَوْمِ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلشَّفَوْىِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ** ۱۴۶ اے ایمان والو! خدا کے لیے النصف کے ساتھ گواہی دینے کے لیے تیار ہو اور تمہیں کسی قبلے کی دشمنی اس جرم پر نہ اکسادے کہ تم ناالنصافی کرنے لگو۔ تم ہر حال میں النصف کرو یہی پر ہیزگاری سے بہت قریب ہے اور خدا سے ڈرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے ضرور جانتا

ہے۔ (سورہ مائدہ: آیت ۸)

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: اللَّهُمَّ وَارْزُقْنِي التَّحْفِظَ مِنَ
الْخَطَايَا وَالْأَجْحِرِ اس مِنَ الزَّلَلِ فِي حَالِ الرِّضَى وَالْغَضَبِ حَتَّى أَكُونَ
فِيهَا يَرِدُ عَلَى مِنْهُمَا فِي مَنْزِلَةِ سَوَاءِ عَامِلٍ بِظَاعَتِكَ مُؤْثِرٌ أَلِرِضاَكَ عَلَى مَا
سِوَاهُنَا فِي الْأُولَى نَاءٍ وَالْأَعْدَاءُ حَتَّى يَأْمُنَ عَدُوِّي مِنْ ظُلْمٍ وَجُورٍ تِيَّا
يَئِاسٌ وَلِيَّ مِنْ مَيِّنٍ وَإِنْجِظَاطٌ هَوَانِي خدا یا ! خوشی اور غصب دونوں
حالتوں میں مجھے گناہوں اور لغزشوں سے بچائے رکھتا کہ دونوں حالتوں میں
میرے لیے یکساں ہوں اور تیری اطاعت کرتا رہوں اور دوستی و دشمنی سے
بالاتر ہو کر تیری رضا کے پیچھے بھاگوں یہاں تک کہ میرے دشمن میرے
نااصافیوں اور بداعمالیوں سے امن میں رہیں اور میرے دوست مجھ سے
خواہشات نفسانی کی پیروی میں مایوس ہو جائیں۔

اس دنیا کی حکومت اور دولت آخرت میں کسی کے کام نہیں آئے
گی۔ جو لوگ ناجائز طور پر اس دنیا میں دولت جمع کرتے ہیں یہی دولت
آخرت میں آگ بن کر انھیں کو جلا ڈالے گی اور آخرت میں انھیں خدا
کے سامنے ہر ظلم کا حساب دینا ہوگا۔

پس اس دن کا خیال رہے جس دن نہ دولت کام آئے گی اور نہ
اولاد، ہنزا اپنی بیوی، بچے یا کسی غریب مزدور یا کسی کمزور پر ہاتھ اٹھانے
سے پہلے اس دن کے بارے میں ضرور سوچیں۔

پس عدل و انصاف کو ہر حال میں منظر رکھنا چاہیے۔ انسان کی یہ
پوری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی اپنے اوپر ظلم ہونے
دے تاکہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی اور سرخروئی اس کا مقدر بنے۔

خدا اور رسول سے خیانت و غداری مت کرو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

خدا کا فرمان ہے : يٰٰيَهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُوْنُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ
وَلَا تَخُوْنُوا أَمْنِيْتُكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اے ایماندارو ! نہ تو خدا اور رسول
کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم
سمجھتے پوجھتے ہو۔ (سورہ انفال : آیت ۲۷)

اپنے حبیب سے کلام کرتے ہوئے پروردگار عالم فرماتا ہے کہ وَلَا
تُجَاهِدُ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَافِيْاً أَوْيَّا
اور اے رسول ! تم ان لوگوں سے نہ لڑو جو اپنے ہی لوگوں سے دغا بازی
کرتے ہیں۔ بے شک خدا خیانت کا رگنہ گار شخص کو دوست نہیں رکھتا۔
(سورہ نساء : آیت ۲۷)

قرآن اور پیغمبر اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ جس اخلاقی مسئلے پر
تشویش ہے وہ غداری اور بے وقاری ہے کیونکہ جو بھی اس برائی کا ارتکاب
کرتا ہے وہ خدا اور رسول کی نظروں سے گر جاتا ہے جبکہ ہم پر خدا اور اس
کے رسول سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرنا لازم ہے۔

خدا اور رسول پر یقین

جب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے آپ سے عہد کرتے ہیں کہ سوائے رب کائنات اور خالق حقیقی کے کسی کی عبادت اور پرستش نہیں کریں گے اور جب شہادت دیتے ہیں کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں تو گویا آپ کی تعلیمات اور احکامات پر ایمان لاتے ہیں۔

اپنی ملت پر یقین

خدا اور رسول کے ساتھ عہد و پیمان اور اس کی پاسداری کے بعد قوم و ملت کی باری آتی ہے کیونکہ اپنی ملت اور قوم پر اعتماد اور یقین معاشرے کی فلاح و بہبود اور امن و سلامتی کا ضامن ہے۔ لہذا قوم و ملت کا ہر فرد خود اپنے اور قوم کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کے پابند ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنے آپ پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے گناہوں سے بچنا چاہیے جو ہمیں جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور ہر اس کردار و عمل سے دور رہنا چاہیے جو اس دنیا میں اپنے لیے یا دوسروں کے لیے ضرر کا باعث بنتے ہیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے مادر و پدر آزاد خلق نہیں فرمایا ہے بلکہ ہمیں نعمت عقل سے نوازا ہے تاکہ اپنی خواہشات نفس پر کنٹرول کرتے ہوئے تمام معاملات کو ذمے داری کے ساتھ بطریق احسن نہجا سکیں۔

خود احتسابی ہماری اولین ذمے داری
مذکورہ بالا آیات قرآنی کی روشنی میں ہماری اولین ذمے داری خود
احتسابی اور اپنے آپ کو ہر قسم کی براستیوں سے دور رکھنا ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں اپنے حبیبؐ کو نصیحت کرتے ہوئے
ارشاد فرماتا ہے : وَلَا تُجَادِلُ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَاؤْنَا أَثْيَمًا ۝ اے رسولؐ ! تم ان لوگوں سے نہ لڑو جو اپنے
ہی لوگوں سے دغا بازی کرتے ہیں۔ بے شک خدا خیانت کا رگنہ گار شخص کو
دوست نہیں رکھتا۔ (سورہ نساء: آیت ۷۰)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک مسلمان چور کو اس کے
مسلمان رشتے داروں نے سزا سے بچانے کے لیے ایک یہودی کو مورد
الزام ٹھہرایا اور اسے پکڑ کر جھوٹے گواہوں کے ساتھ حضور ﷺ کی
خدمت میں پیش کیا۔ یہ آیت ہمیں بتلاتی ہے کہ مسلمانوں کو چور سے
متعلق اپنی ذمے داری نبھانی چاہیے تھی اور اس چور کو جس نے خدا، رسولؐ
اور اپنے دین کے ساتھ غداری کی تھی اس دنیا میں سزا ضرور ملنی چاہیے اگر
اسے دنیا میں سزا نہ بھی مل سکے تو آخرت میں اس کی سزا ضرور چکھے گا۔

علاوه ازیں ہر گناہ اور معصیت کے معاشرتی پہلو بھی ہوتے ہیں
چاہے اس گناہ کا تعلق زنا کاری سے ہو یا چغل خوری اور غیبت سے یا کسی
ظالم کی حمایت کی صورت میں ان سب کی ایک ہی شکل و صورت ہے اور
وہ ہے دھوکا دہی۔ اپنے آپ سے، اپنے معاشرہ سے حتیٰ کہ اپنے رب،
اس کے رسولؐ اور دین میں اسلام کے ساتھ دھوکا اور دغا بازی ہے۔

بعض اوقات لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ سمجھنہیں سکتے کہ وہ اس فعل قبیع کا ارتکاب کر کے درحقیقت اپنے مفادات اور اپنی سماں کے خلاف کام کر رہے ہیں بلکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اپنی خواہشات کی تجھیل میں ہی ان کا مفاد ہے۔ ایسے اقدامات ممکن ہے چند دنوں کے لیے اور ظاہری طور پر فائدہ مند ثابت ہوں مگر حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق چلتے ہوئے روح کی قدر و قیمت کو نظر انداز کرتے ہیں جبکہ لوگوں کا ان پر سے اعتبار اور اعتماد اٹھ جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا اور رسول کی نظر میں بھی ناقابل اعتبار اور گنہگار شمار ہوتے ہیں۔

خسارے پر مبنی نامہ اعمال

اسی طرح ہمارا نامہ اعمال قیامت کے دن اچھے اور نیک اعمال کے مقابلے میں گناہوں اور معصیتوں کی کثرت کی وجہ سے بہت ہلاک اور گھائی پر مبنی ہوگا۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ انسان زندگی بھر مال و دولت جمع کرنے میں لگا رہے مگر خدا و رسول، معاشرہ اور قوم کا اس پر سے اعتبار اٹھ جائے اور ان کی نظر میں وہ ذلیل و خوار ہو جائے۔ اس لیے خداوند متعال چاہتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو دھوکا نہ دے۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ جس کام کے کرنے کا ہم ارادہ کر چکے ہیں اسے انجام دینے سے پہلے اس کے اثرات و نتائج کو خاص کر مذہبی اور معاشرتی اثرات کو ملاحظہ خاطر رکھیں۔

ہر عمل کے انجام دینے سے پہلے خدا کی خوشنودی اور رضا کا خیال رکھیں کیونکہ خدا نے ہمیں تصویر کے دونوں رخ دیکھنے کے لیے دو آنکھوں کی نعمت سے نوازا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے دونوں جہانوں میں سرخرو ہو سکیں۔

شروع میں جس آیت کو ہم نے سرnamہ کلام قرار دیا ہے اس میں خداوند عالم اپنے بندوں سے ارشاد فرماتا ہے : **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتَيْنَا إِلَيْكُمْ مِّنْ حُكْمِنَا مَا تَحْكُمُونَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ بِمَا تَحْكُمُونَ وَإِنَّمَا تَعْلَمُونَ أَيَّامَنَادِارِكُمْ** نہ تو خدا اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم صحیح ہو جھتے ہو۔ (سورہ انفال : آیت ۲۷) کیونکہ خدا کی معصیت اور نافرمانی ایک قسم کی خیانت ہے اور خدا کی رحمتوں اور نعمتوں سے استفادہ کا شکرانہ اور صلح یہ ہے کہ بندہ اس کی معصیت اور نافرمانی سے بچ کیونکہ شکر مُنعم عقلًاً بِالاتفاق واجب ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ سے کئے ہوئے عہد پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی سنت پر مکمل عمل کریں۔ اور لوگوں سے متعلق عہد و پیمان کا تعلق صرف مال یا دین تک محدود نہیں بلکہ تمام وہ معاملات جو لوگوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں ان میں خیانت سے اسلام منع کرتا ہے جیسے شادی کا معاملہ ہے۔ شادی کا مطلب ایک زندگی کا دوسرا کی زندگی کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ ہے جو کہ بہت ہی ذمے داریوں اور سنجیدگی کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح رشتہ داری اور اسلامی اخوت کا معاملہ بھی ہم سب سے وفاداری کا تقاضا کرتا ہے۔

دفاتر اور کارخانوں میں

اس کے علاوہ ہمارے ملازمین اور مزدور بھائی چاہے ان کا تعلق نبھی اداروں سے ہو یا حکومتی اداروں سے۔ عمومی مفادات اور سہولیات سے متعلق ان پر ذمے داریں عامد ہوتی ہیں جنھیں ہر حال میں پورا کرنا چاہیے۔ کسی ملازم یا مزدور کو یہ حق نہیں کہ وہ یماری کا بہانہ کر کے رخصت پر چلا جائے یہ خود ایک قسم کی خیانت اور عہد شکنی ہے۔ اسی طرح کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کام کے اوقات میں بغیر اجازت کے کام ترک کر دے۔ الغرض ادارے اور کام کا ایک مخصوص طریقہ کار ہوتا ہے جس کا ہمیں ہر حال میں احترام کرنا اور اسی انداز میں انجام دینا چاہیے۔ بصورت دیگر اپنے عہد اور ذمے داری سے خیانت شمار ہو گا کیونکہ ہر وہ ذمے داری جس کے پورا کرنے کا ہم وعدہ کرتے ہیں اسے ہمیں ہر حال میں پورا کرنا ہے و گرنہ عہد شکن اور خیانت کار شمار ہوں گے۔

اسی طرح اپنے ملک اور وطن سے وفاداری بھی ایک عہد ہے جو ہمیں اپنے وطن اور ملک کے خلاف جاسوی کرنے سے اور آپس میں اختلافات پیدا کرنے سے منع کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ ممالک اور شہر جہاں پر مختلف لسانی اور مذہبی لوگ آباد ہوں وہاں پر آپس میں اختلافات پیدا کرنا اس ملک اور وطن کے ساتھ غذا اری ہے۔

غداری اور دغا بازی روایات کی نظر میں

اس مسئلے سے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات سے آشنا ہونے کے بعد ہم حضور اکرم ﷺ اور آپ کی عترت کی احادیث کی طرف رجوع کرتے

ہیں اور سب سے پہلے اپنے آقا و رہبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: أَرْبَعْ لَا تَدْخُلْ بَيْتًا وَاحِدَةً مِنْهُنَّ إِلَّا خَرِبٌ وَلَمْ يُعْتَزِّ بِالْبَرَكَةِ: الْخِيَانَةُ وَالسَّرِقَةُ وَشُرُبُ الْخَمْرِ وَالْزِّنِيٍّ چار چیزیں ایسی ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی گھر میں پائی جائے تو اس گھر کی بربادی کا موجب بنتی ہے اور اس گھر سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

(۱) خیانت : (۲) چوری (۳) شراب نوشی (۴) بدکاری
آپ ہی کا فرمان ہے کہ لَيْسَ مِثَامَنُ خَانَ الْأَمَانَةَ وَ قَالَ: لَيْسَ مِثَامَنُ خَانَ مُسْلِمًا فِي أَهْلِهِ وَ مَالِهِ جو شخص امانت میں خیانت کرتا ہے وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: جو بھی اپنے کسی مسلمان بھائی کے خاندان اور اس کے مال و دولت میں غداری کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں (حج کے لیے) مکہ جانا چاہتا ہوں جبکہ مجھ پر فرقہ مر جمد کے ایک فرد کا قرضہ ہے؟ (اے فرزند رسول! آپ فرمائیں میں کیا کروں) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: إِذْ جَعَلَ إِلِي مُؤْذِنِي دَيْنِي كَوَانُظُرْ أَنْ تَلْقِي اللَّهَ تَعَالَى وَلَيْسَ عَلَيْكَ دَيْنٌ فَإِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَخْنُونُ تم اپنے قرض کی ادائیگی کے مقام پر واپس لوٹ جاؤ (اور قرض لوٹا دو) اور دیکھو جب تم (حج کے موقع پر) خدا سے ملاقات کرو تو تمہیں ہر قسم کے قرض سے آزاد ہوتا چاہیے اور یہ کہ مومن کبھی خیانت نہیں کرتا۔
الہذا ہمیں چاہیے کہ حج و زیارات پر جانے سے پہلے دوسروں کے

قرضوں کو لوٹا گیں اور اپنے گردن کو آزاد کر کے حج و زیارات کے لیے نکلیں۔ ایک شخص نے سلیمان بن خالد کے توسط سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص میری کچھ رقم کا مقرض ہے مگر وہ قسم کھا کر انکار کرتا ہے۔ اب جبکہ اس کے اموال میں سے کچھ میرے ہاتھ آیا ہے۔ آپ فرمائیں میرا وظیفہ کیا ہے؟

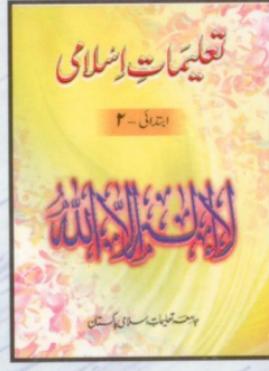
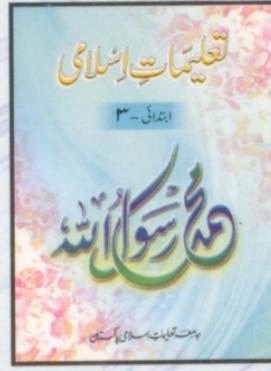
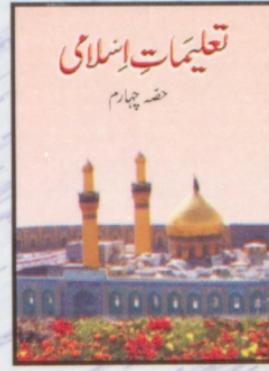
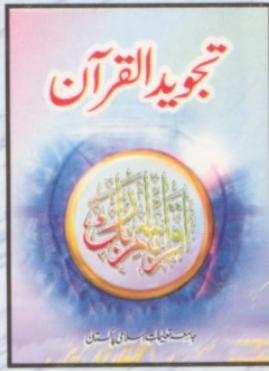
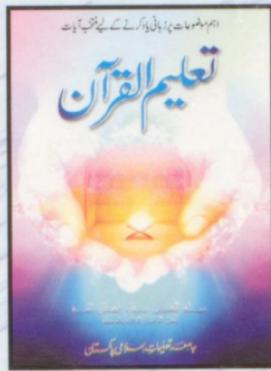
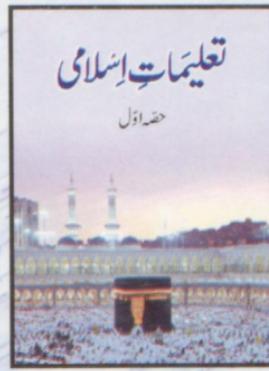
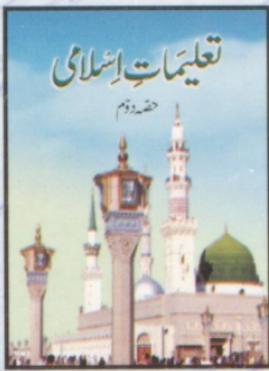
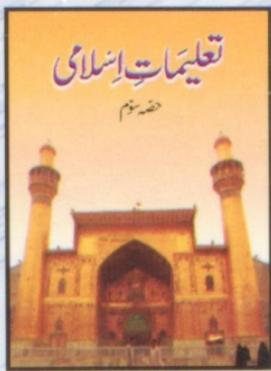
امام صادق علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اِنْخَانَكَ فَلَا تَخْنُثُ وَ لَا تَدْخُلُ فِي مَا عَبَتَهُ عَلَيْهِ اگر اس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے تو تمہیں اس کے ساتھ خیانت نہیں کرنی چاہیے اس لیے کہ جس کام کی وجہ سے تم اس کی مذمت کرتے ہو تمہیں ہرگز وہی کام نہیں کرنا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِفْشَا عُسْرٍ أَخِيْكَ خِيَانَةً فَاجْتَنِبْ ذُلْكَ اپنے بھائی کے راز کو فاش کرنا غداری ہے۔ تمہیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اے ایماندارو! خدا اور رسول کی امانت میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم بحثتے بوجھتے ہو۔

مؤمنین کو چاہیے کہ وہ حضور پاک ﷺ اور ائمہ اہلبیت کے فرمانیں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو نورانی بنا سکیں اور اگر خداخواست کسی سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جائے جو خدا اور رسول اور مؤمنین کے نظر میں ناقابل اعتبار اور عدم اعتماد کا باعث بنتا ہے تو استغفار کریں اور معافی طلب کریں اور آئندہ کی زندگی کو با ایمان اور قابل اعتبار بنانے کے لیے تعلیمات محمد آل محمدؐ کو اپنے لیے مشعل راہ قرار دیں۔





جَامِعَةِ تَعْلِيمَاتِ إِسْلَامِيٍّ پَاكِستان
پُوسْٹ بُکْس نُوبَرْ ۵۴۲۵ کراچی ۷۴۰۰۰

